ادارہ تحقیق وتصنیفِ اسلامی کا ترجمان

سہ ماہی

تحقیقاتِ اسلامی

علی گڑھ

پان والی کوٹھی، دُودھ پور، علی گڑھ
۲۰۲۰۰۱

ادارۂ تحقیق وتصنیفِ اسلامی کا سہ ماہی ترجمان

تحقیقاتِ اسلامی

علی گڑھ

جنوری ـــــــــــ مارچ ۱۹۹۳ء

ایڈیٹر

سید جلال الدین عمری

پان والی کوٹھی دودھ پور علی گڑھ
۲۰۲۰۰۱

ISLAMIC BOOKCENTRE
Jamia Complex N.R.Rd.
BANGALORE-560002

سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڑھ

جلد ۱۲ ۔۔۔

فہرست مضامین

حرفِ آغاز

کچھ سوچنے کی باتیں — سید جلال الدین عمری — ۵

قرآن وحدیث

تخلیقِ انسانی کی غرض وغایت سورۂ ہود کی دو آیتوں کی روشنی میں — پروفیسر لئیق مظہر صدیقی — ۱۳

تحقیق وتنقید

مستشرقین پر علماء اسلام کی خدمات — محمد جرجیس کریمی — ۴۱

بحث ونظر

غذا کا استعمال اسوۂ حسنہ کی روشنی میں — سید جلال الدین عمری — ۷۹

قرآن کا نظریۂ کائنات — ڈاکٹر عبد المغنی — ۹۳

تعارف وتبصرہ

قرآنی مقالات وکتابیات فراہی — منور حسین فلاحی — ۱۱۹

اس شمارہ کے لکھنے والے

ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی

پروفیسر شعبہ اسلامک اسٹڈیز مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

محمد جمیس کریمی

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی پان والی کوٹھی دودھ پور علی گڑھ

ڈاکٹر عبد المغنی

پروفیسر ڈپارٹمنٹ آف انگلش پٹنہ یونیورسٹی پٹنہ

منور حسین فلاحی

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ

سید جلال الدین عمری

سکریٹری ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ

خوش نویس :-

احراز الحسن جاوید

 بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کچھ ہمارے سوچنے کی باتیں

سید جلال الدین عمری

۶ دسمبر ۹۲ء کو بابری مسجد شہید کر دی گئی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اسے بیان کرنے کے لیے الفاظ ساتھ نہیں دیتے۔ ملک کے مختلف علاقوں میں آگ سی لگ گئی، ہولناک فسادات کا طویل سلسلہ شروع ہو گیا، قتل وخوں ریزی کا بازار گرم ہوا، غلط کاروں اور مفسدوں کے ساتھ سیکڑوں بے گناہ جانیں ضائع ہوئیں، ہزاروں افراد زخمی ہوئے، عصمتیں لٹیں، مکانات جلے، دکانیں نذر آتش ہوئیں، کاروبار تباہ ہوئے، اربوں اور کھربوں کا مالی نقصان ہوا، لوگ گھروں سے بے گھر ہو گئے، عبادت گاہوں تک کی حرمت پامال ہوئی اور وہ تباہ ہوئیں۔

فسادات کی ہولناکی اور جان ومال کی تباہی کو دیکھ کر بہت سے لوگوں کو ۴۷ء یاد آگیا، کسی نے اسے ملک کی حالیہ تاریخ کا سیاہ ترین باب قرار دیا، کسی نے کہا کہ گاندھی جی کے قتل کے بعد یہ سب سے بڑا قومی حادثہ ہے، گاندھی جی ہندو مسلم اتحاد کے علم بردار تھے۔ انھیں قتل کر کے اس اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی گئی تھی، بابری مسجد کو شہید کرنے والوں کا بھی یہی مقصد ہے۔ دونوں کے پیچھے ایک ہی ذہن کام کر رہا ہے۔

اس خوفناک صورت حال نے سوچنے سمجھنے والوں کو ہلا کر رکھ دیا اور ذہنوں میں طرح طرح کے سوالات ابھرنے لگے۔ کیا ہمارے اس ملک میں واقعی قانون کی حکم رانی ہے یا کوئی گروہ اپنی طاقت کے بل پر یہاں من مانی کر سکتا ہے اور اسے روکا نہیں جا سکتا؟ ملک کے سیاسی نظام کی بنیاد سیکولرزم اور جمہوریت پر رکھی گئی ہے کیا یہ بنیاد اب کم زور ہوتی جا رہی ہے اور اس کے منہدم ہونے کا خطرہ لاحق ہے؟ یہاں کی اخلاقی اقدار میں بقاء باہم اور رواداری بہت نمایاں سمجھی جاتی تھی، کیا اب یہ قدریں باقی نہیں رہیں اور ماضی کی داستان بن گئی ہیں۔ ملک کے بقاء سالمیت، اتحاد اور یک جہتی کا جو نقشہ یہاں کے قومی

راہنماؤں نے اپنے سامنے رکھا تھا کیا اب وہ بدل رہا ہے اور ایک نیا نقشہ ابھر رہا ہے؟ جس ملک کو مختلف مذاہب اور تہذیبوں کا گہوارہ سمجھا جاتا تھا، کیا اب وہ باہم مل کر یہاں رہ سکیں گے اور انھیں فطری انداز میں پھلنے پھولنے کے مواقع حاصل رہیں گے یا یہاں صرف ایک تہذیب، ایک کلچر اور ایک خاص ذہن و فکر کو باقی رہنے کا حق ملے گا؟

ان ہنگاموں میں سب سے زیادہ مسلمان متاثر ہوئے۔ وہ ملک کی سب سے بڑی اقلیت ہونے کے باوجود سوچنے پر مجبور ہیں کہ بابری مسجد کا شہید ہونا ایک اتفاقی واقعہ یا جذباتی اور وقتی حادثہ ہے یا اس کے پیچھے کوئی سوچا سمجھا منصوبہ اور گہری سازش ہے؟ عبادت گاہ تو دنیا کی سب سے محفوظ جگہ سمجھی جاتی ہے، اس کا احترام ہر شخص کرتا ہے، چاہے وہ کسی بھی فرقہ اور گروہ کی عبادت گاہ ہو۔ جب وہ محفوظ نہیں رہی تو پھر کون سی چیز محفوظ رہ سکتی ہے؟ کیا ان کی جان، مال، عزت و آبرو اور مذہب و تہذیب کسی بڑے خطرہ سے دوچار ہے؟ ملک میں ان کے باعزت زندگی گزارنے کا کیا راستہ ہے؟ کیا اب مایوسی اور اندھیرا ہی ہے یا امید کی کوئی کرن بھی ہے؟

حالات ہزار خراب سہی لیکن مایوسی اور ناامیدی کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ قوموں پر نازک سے نازک وقت آتا ہے اور کبھی بدترین حالات سے انھیں گزرنا پڑتا ہے۔ اسی میں ان کا امتحان ہے۔ جو قوم حالات کو ناسازگار اور ماحول کو ناموافق دیکھ کر گھبرائے، مایوس نہ ہو، ہمت نہ ہارے، ہوش و حواس باقی رکھے، حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرے اور استقامت اور پامردی کا ثبوت فراہم کرے وہ کامیاب و کامران ہو کر ابھرتی ہے اور اپنا مقام آپ پیدا کر لیتی ہے۔ اس کے برخلاف حالات کی سنگینی جس قوم کو مضمحل اور ناتواں کر دے اور ہر چھوٹی بڑی آزمائش کو اپنے لیے موت کا پیغام سمجھ بیٹھے اسے دنیا کی کوئی طاقت زندگی اور توانائی نہیں فراہم کر سکتی وہ خود بخود ختم ہوتی چلی جاتی ہے۔ پھر یہ کہ جو قوم اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین رکھتی ہو وہ کبھی مایوسی اور ناامیدی کا شکار نہیں ہو سکتی، اس لیے کہ سب سے بڑی قوت اسی کی ہے اس سے بڑی کوئی قوت نہیں ہے۔ ساری قوتوں کا سرچشمہ اس کی ذات ہے۔ وہ جب چاہے ظلمت شب کو نور سحر میں تبدیل کر سکتا ہے اور موت کے سایوں میں زندگی کے آثار پیدا کرنا اس کے لیے ناممکن نہیں ہے۔ حالات اگر تاریک ہیں تو اس کے حکم سے روشن اور تابناک بھی ہو سکتے ہیں

لیکن یہ کرشمے اس وقت ظاہر ہوتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے ظاہر ہوتے ہیں جو ایمان و عمل کی دولت سے مالا مال ہوں جو صرف ایک اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھتے ہوں، جو ہر حال میں اس کے دامن سے چمٹے رہیں جو اس کے سوا کسی اور سے کوئی توقع نہ رکھیں اور اسی کو اپنا آخری ملجا و ماویٰ تصور کریں۔

حالات سے گھبرا کر بعض لوگ ان کے فوری حل کا مطالبہ کرتے ہیں۔ بلاشبہ ان کا فوری حل ڈھونڈنا بھی ضروری ہے لیکن یہ کوئی مستقل اور پائیدار حل نہ ہوگا۔ موجودہ حالات کے وقوع میں ہماری طویل غفلت اور کوتاہی کا بھی بڑا دخل ہے۔ ان میں تبدیلی لانے کے لیے طویل جدوجہد کرنی ہوگی۔ کوئی مختصر راستہ اس طویل جدوجہد کا بدل نہیں ہے۔

سب سے پہلے باشندگان ملک کے سامنے ہمارے صحیح تعارف کی ضرورت ہے۔ ہمارا تعارف ایک ایسی قوم کی حیثیت سے نہ ہو جس کا کوئی متعین نصب العین نہیں، کوئی خاص طریقۂ حیات اور خاص تہذیب و معاشرت نہیں ہے بلکہ بعض تاریخی عوامل اور کچھ رسوم و روایات نے اسے ایک قوم بنا دیا ہے اس کے برعکس اس کا تعارف ایک ایسی امت کی حیثیت سے ہو جو متعین اصول و نظریات کی مالک ہے جنھیں وہ حق و صداقت پر مبنی اور اپنے لیے اور ساری دنیا کے لیے فلاح و نجات کا ذریعہ تصور کرتی ہے، وہ مخصوص طرز فکر اور تصور حیات رکھتی ہے جو اسے جان، مال اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے جس سے وہ کسی قیمت پر دست بردار نہیں ہو سکتی، وہ ایک ایسی امت ہے جو اخلاقی اقدار کی حامل ہے جو اس کے نزدیک قابل احترام ہیں۔ اس کی تہذیب، معاشرت، سیاست ہر چیز کے پیچھے ارفع و اعلیٰ اور بہت ہی پاکیزہ تصورات کارفرما ہیں۔

اس تعارف پر اگر طنز و تعریض کی جاتی ہے، قدامت پرستی اور دقیانوسیت کا طعنہ دیا جاتا ہے، عہد جدید کے تقاضوں سے بے خبری کا الزام عائد ہوتا ہے تو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا جائے، اس پر مطمئن کرنے کی جو بھی معقول کوشش ہو سکتی ہے کی جائے اور حکمت و دانائی کے ساتھ جو اعتراضات ہوں انھیں رفع کرنے کی اور جو شبہات ہوں ان کے

ازالہ کی تدبیر کی جائے۔

جن اعلیٰ اصول اور اقدارِ حیات پر ایمان کا ہم دعویٰ کرتے ہیں انھیں ہماری زندگیوں میں جلوہ گر ہونا چاہیے۔ ہماری سیرت ان کی ترجمان ہو، ہمارے اعمال ان کی گواہی دیں، ہمارے اخلاق سے ان کا ثبوت ملے، ہمارے معاملات ان کی تصدیق کریں اور ہمارے تعلقات سے ان کی ضوفشانی ہوتی رہے۔ ہم میں سے جو جس خاندان کا فرد ہے اس کے حقوق پہچانے، کسی کا پڑوسی ہو تو بہتر پڑوسی ہو، تاجر ہو تو امانت دار تاجر ہو، ملازم ہو تو فرض شناس ملازم ہو، مالک ہو تو ماتحتوں کے حقوق بخوشی ادا کرے، اس کی ذات سے نہ کسی کو اندیشہ ہو اور نہ کوئی خطرہ محسوس کرے۔ وہ ہر ایک کے دکھ درد میں کام آنے والا اور ان کے رنج و راحت میں شریک رہے۔ دنیا کو یہ ثبوت ملے اور مسلسل ملتا چلا جائے کہ مسلمان رنج و راحت، دشواری اور آسانی کسی حال میں اسلامی تعلیمات کی خلاف ورزی نہیں کرتا، ماحول پرامن ہو یا چاروں طرف فتنہ و فساد کے شعلے بھڑک رہے ہوں وہ اسلام کے قائم کردہ حدود کو پامال نہیں کرسکتا، فسادات میں جب معصوم اور بے گناہ مارے جاتے ہیں، عصمتیں لٹتی ہیں، املاک اور جائیداد نذرِ آتش ہوتی ہے اس وقت بھی وہ دوسروں کی جان، مال اور عزت و آبرو کا محافظ بن کر سامنے آتا ہے۔ اسی طرح وہ جہاں رہے اور جس حال میں رہے اسلام کی تعلیم کا پابند رہے اور اس کے ذریعہ دنیا کو اسلام کا درس ملتا رہا۔

اس امت کو خیر امت کہا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ساری دنیا کے لیے اپنے پاس خیر و فلاح کا پیغام رکھتی ہے۔ اس پیغام کو عام ہونا چاہیے۔ اس ملک کے سامنے یہ بات آنی چاہیے اور پورے زور اور قوت کے ساتھ آنی چاہیے کہ مسلمان اس ملک کے خیر خواہ ہیں اور خدا پرستی کی بنیاد پر اس کی تعمیر و ترقی چاہتے ہیں۔ مختلف طبقات اور گروہوں کے درمیان تصادم کو وہ غلط اور ناروا تصور کرتے ہیں اور ان کے درمیان اتحاد اور یگانگت کا جذبہ بیدار کرنا چاہتے ہیں۔ وہ کسی کے حلیف یا کسی کے حریف نہیں ہیں بلکہ سب انسانوں کو ایک خدا کی مخلوق جانتے ہیں اور ان کی بھلائی کا پروگرام رکھتے ہیں۔ وہ اس ملک کے سامنے ظلم و زیادتی کو ختم کرنے والے اور عدل و انصاف کے علم بردار کی حیثیت سے آئیں، یہاں کی طبقاتی اور گروہی کشمکش کو ختم کریں، کم زور طبقات کو طاقت ور طبقات کے جور و ستم سے بچائیں اور وحدت انسانیت کا درس دیں

قرآن مجید نے اختلاف و انتشار سے منع کیا اور کہا کہ اس سے تم کم زور ہو جاؤ گے اور تمہارے قدم اکھڑ جائیں گے۔ آج اسی صورتِ حال سے ہم دوچار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بعض بنیادی تصورات کے تحت متحد و منظم کیا تھا اور وہ ایک سیسہ پلائی دیوار بن کر ابھری تھی، مخالف طاقتیں اس سے ٹکراتیں لیکن اس میں کوئی رخنہ نہیں ڈال سکتی تھیں لیکن یہ تصورات ہی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے ہیں، چھوٹے چھوٹے مسائل نے ہماری صفوں میں بڑے بڑے شگاف ڈال دیئے ہیں اور ہم ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں۔ بعض مسائل میں اختلاف فطری ہے، وہ اختلاف موجود ہے اور رہے گا لیکن ان میں زیادہ تر مسائل کی نوعیت جزئی اور فروعی ہے۔ لیکن مختلف اسباب کی بنا پر یہی ہمارے درمیان پھوٹ کا ذریعہ بن گئے ہیں۔ اس صورت حال کو ختم ہونا چاہئے۔ اس حقیقت کو ہم فراموش نہیں کر سکتے کہ اس امت کا نفع و ضرر اور سود و زیاں ایک ہے۔ اس پر اگر کوئی مصیبت آتی ہے تو کسی کا مسلک معلوم کر کے نہیں آتی بلکہ امت کے فرد کی حیثیت سے آتی ہے۔ یہ امت اگر ابھرے گی بھی تو امت مسلمہ ہی کی حیثیت سے ابھرے گی۔ اس ملک میں ہمارے موجودہ مسائل کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ بارہ کروڑ کی تعداد میں ہونے کے باوجود ہماری کوئی ایک آواز نہیں ہے ہماری ایک آواز ہوتی تو شاید ہمارے مسائل اتنے پیچیدہ نہ ہوتے۔

اس وقت سب سے اہم اور فوری مسئلہ یہ ہے کہ ملک کے مختلف طبقات کے درمیان نفرت، تعصب اور تنگ نظری کی جو فضا پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اس کا بھرپور مقابلہ کیا جائے، امن و امان بحال ہو، قانون کی حکم رانی ہو، عدل و انصاف ہو، ہر شخص کو برابر کے حقوق حاصل ہوں، ترقی کی راہیں سب کے لیے کھلی رہیں اور ہر ایک کو اپنی قابلیت کے مطابق ملک و قوم کی خدمت کے مواقع حاصل ہوں۔ جو اختلافات ہوں انھیں سنجیدہ اور پرسکون ماحول میں حل کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہ کسی ایک فرد یا گروہ کی نہیں بلکہ پورے ملک کی ضرورت ہے۔ یہ اس ملک کی اندرونی آواز ہے جسے دبانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس وسیع و عریض ملک میں ایک چھوٹا سا طبقہ ہے جو یہاں کی فضا کو مکدر کرنا چاہتا ہے اور کر رہا ہے۔ ہنگاموں کو ہوا دیتا اور اس میں شریک ہوتا ہے۔ اس طبقہ کا کوئی دین دھرم یا کوئی اخلاق نہیں ہے۔ اس کے پیچھے جو ناپاک مقاصد ہیں ان سے دنیا واقف ہے۔ اس طبقہ کے افراد ہر جگہ اور ہر قوم میں مل جائیں گے۔ لیکن اس ملک کی بہت بڑی آبادی امن

وامان اور سکون چاہتی ہے، اس کے پاس ان ہنگاموں کے لیے فرصت ہے اور نہ یہ اس کا مزاج ہے۔ اس کی کمزوری یہ ہے کہ ان نازک حالات میں خاموشی ہی میں اپنی عافیت سمجھتی ہے۔ اس کے اندر حق کو حق اور ناحق کو ناحق کہنے کی ہمت اور حوصلہ نہیں ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہمارے لیے خوشی کی بات یہ ہے کہ ایسے افراد کی پہلے بھی کمی نہیں تھی اور موجودہ ہنگاموں کے بعد تو ان کی تعداد میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ جنھوں نے حالیہ فسادات اور ہنگاموں پر اپنی ناگواری اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے، جو لوگ ان میں پیش پیش رہے ہیں ان کے ناپاک عزائم کو واضح کیا ہے اور ظلم و ناانصافی کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ انھیں اس بات پر افسوس اور صدمہ ہے کہ ان ہنگاموں سے ہماری تصویر بگڑی ہے اور بدنامی اور رسوائی ہوئی ہے۔ ان میں سیاسی افراد بھی ہیں، دانشور اور مفکر بھی ہیں، سماجی کارکن بھی ہیں اور صحافت سے تعلق رکھنے والے تو اچھی خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ سیاسی جماعتوں نے بھی اس پر اپنے رنج و ملال کا اظہار کیا ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس احساس کو تقویت پہونچائی جائے اور ان کے ساتھ مل کر امن وامان اور عدل وانصاف کی فضا بحال کی جائے اور یہ حقیقت پوری قوت کے ساتھ واضح کی جائے کہ اس ملک کی سالمیت، اتحاد اور ترقی کے لیے امن وامان کا قائم رہنا ضروری ہے اس کے لیے سوچا سمجھا کوئی منصوبہ اور لائحہ عمل تیار کرنے کی ضرورت ہے۔

بابری مسجد کی شہادت اور اس کے بعد کے ہنگاموں کے بعد حکومت نے ۱۰ دسمبر ۹۲ء کو ملک کی پانچ پارٹیوں پر پابندی لگادی۔ یہ پابندی غیر قانونی سرگرمیوں کے انسداد سے متعلق قانون کے تحت ہے۔ جن پارٹیوں پر اس قانون کے تحت پابندی لگائی گئی ہے ان میں جماعت اسلامی ہند بھی ہے اس کے نتیجہ میں اس کی سرگرمیاں بند ہو چکی ہیں۔ جماعت کے ذمہ دار اور متوسلین ہی نہیں بلکہ جو لوگ جماعت سے براہ راست واقف ہیں وہ سب ہی حکومت کے اس اقدام سے حیرت زدہ ہیں اس لیے کہ جماعت کے دستور، اس کی پالیسی، اس کے طریقۂ کار اور اس کی پینتالیس سالہ تاریخ میں سے کوئی چیز اس اقدام کے جواز میں نہیں پیش کی جاسکتی۔

جماعت اسلامی مسلمانوں میں اسلام کی تعلیم کو عام کرتی اور انھیں اس کی پاکیزہ

تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے کی دعوت دیتی ہے۔ اس کے ساتھ وہ ملک کے دوسرے باشندوں کے سامنے بھی اسلام کا صحیح تعارف کراتی اور اس کے بارے میں جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں ان کے ازالہ کی کوشش کرتی ہے۔ اس کی ساری کوششیں اسلامی ہدایات کے تابع اور دستور ہند کے دیئے ہوئے حقوق کے اندر ہیں۔ جماعت کے دستور اور اس کی پالیسی میں پوری صراحت ہے کہ جماعت اپنے تمام کاموں میں آئینی اور اخلاقی طریقے اختیار کرے گی۔ اس کی پالیسی میں یہ بات ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔

جماعت اسلامی ہند اپنے نصب العین کے حصول کے لیے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی پابند ہے اور ان ہی کی ہدایات کے تحت اخلاقی، تعمیری، پرامن، جمہوری اور آئینی طریقے اختیار کرتی اور ایسی تمام باتوں سے اجتناب کرتی ہے جو صداقت و دیانت کے خلاف ہوں یا جن سے فرقہ وارانہ منافرت، طبقاتی کشمکش اور فساد فی الارض رونما ہو سکتا ہو۔

جماعت اسلامی کی یہ پالیسی اس کے ہر چہار سالہ پروگرام کے آغاز میں چھپتی ہے اور دستیاب ہے۔ مختلف فرقوں کے درمیان نفرت اور تعصب کا پیدا کرنا اور انھیں ایک دوسرے کے خلاف لڑانا اسلام کی تعلیمات کے صریح خلاف ہے۔ جماعت اسلامی اپنے عقیدہ اور نظریہ کے لحاظ سے ان تعلیمات کی پابند ہے۔ وہ اس کے خلاف جا نہیں سکتی۔ اس کا تصور یہ ہے کہ سارے انسان ایک وحدت ہیں اور ان کے درمیان مساوات اور برابری کا معاملہ ہونا چاہیے۔ اس کے لیے وہ سنجیدہ کوشش کرتی رہی ہے۔ اس وقت ملک کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ مختلف فرقوں کو ایک دوسرے کے قریب لایا جائے اور ان کے درمیان افہام و تفہیم کا ماحول پیدا ہو۔ جماعت اسلامی زیادہ بہتر طریقہ سے یہ خدمت انجام دے سکتی تھی۔ اسی طرح جماعت کا کارکارڈ ہے کہ اس نے جہالت کو دور کرنے اور تعلیم کو عام کرنے میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں، انسانوں کی خدمت، وقت ضرورت مصیبت زدوں کے ساتھ تعاون اور فساد کے مواقع پر امدادی کاموں میں پیش پیش رہی ہے۔ اس وقت ملکی تعمیر میں اس کی خدمات کی زیادہ ضرورت تھی۔ افسوس کہ حکومت کے ایک غلط اقدام نے ملک و ملت کو اس کی خدمات سے محروم کر دیا ہے۔

جماعت پر جو الزامات عائد کیے گئے ہیں ان میں سے ایک الزام یہ ہے کہ امیر جماعت

مولانا محمد سراج الحسن صاحب نے ۲۷ مئی ۹۰ء کی ایک تقریر میں فرمایا کہ کشمیر ہندوستان سے الگ ہو کر رہے گا۔ اسی طرح مولانا عبدالعزیز صاحب نائب امیر جماعت پر یہ الزام ہے کہ انھوں نے یکم اگست ۹۱ء کی ایک تقریر میں رائے شماری کی بات کی۔ ان دونوں ذمہ داروں نے اپنے حلفیہ بیانات میں اس کی تردید کی ہے کشمیر کے مسئلہ میں جماعت کی شوریٰ کی قرارداد یں اور اس کے ذمہ داروں کے واضح بیانات موجود ہیں۔ ان کی موجودگی میں کوئی شخص یہ دعویٰ ہرگز نہیں کر سکتا کہ جماعت نے کشمیر کی ہندوستان سے علیحدگی کی بات کہی۔ اس نے ہمیشہ پرامن ماحول میں کشمیریوں سے مذاکرات اور بات چیت پر زور دیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ حکومت ان سب باتوں سے واقف ہے لیکن یہ اس کی ایک سیاسی مجبوری تھی کہ جب اس نے غیر مسلم تنظیموں پر پابندی عائد کی تو مسلمان تنظیموں پر پابندی عائد کرے۔ ورنہ غیر مسلم اس سے ناخوش ہوتے اور ان کے ووٹ حاصل کرنا اس کے لیے مشکل ہوتا۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو محض توازن کی خاطر کسی تنظیم پر پابندی عائد کرنا حق وانصاف کو پامال کرنا ہے اور محض الیکشن میں ووٹ کی خاطر ایک بہترین قوت کو ضائع کرنا ہے۔

اسلامی معاشرت پر مولانا سید جلال الدین عمری کی کتاب

مسلمان خواتین کی ذمہ داریاں

امت مسلمہ کی ذمہ داریوں میں مرد اور عورت دونوں شریک ہیں۔
معاشرہ کی تعمیر میں عورت کی بنیادی اہمیت ہے۔
راہِ حق میں عورتوں نے ہر دور میں استقامت کا ثبوت دیا ہے۔
مسلمان خواتین کی دعوتی ذمہ داریاں کیا ہیں؟
ان ذمہ داریوں کے ادا کرنے میں میاں بیوی کا تعاون کیوں ضروری ہے۔
داعی خواتین کے لیے کیا صفات ضروری ہیں؟
قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنی نوعیت کی ایک مستند کتاب۔ خوبصورت ٹائٹل۔ دوسرا ایڈیشن۔
صفحات ۶۰ قیمت چھ (۶/-) روپے صرف۔ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی سے شائع شدہ یہ کتاب
ادارۂ تحقیق پان والی کوٹھی۔ دودھ پور۔ علی گڑھ (یوپی) سے طلب فرمائیے۔

تخلیقِ انسانی کی غرض و غایت

سورۂ ھود کی دو آیات کا صحیح مفہوم

ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی ندوی

(۱) مقصدِ تخلیقِ انسانی کی آیاتِ کریمہ

انسان کی تخلیق اس عظیم کائنات کی تخلیق کا ایک حصہ ہے اور وہ بھی کافی فروتر اور آسان، جیسا کہ قرآنِ مجید کی متعدد آیاتِ کریمہ سے بخوبی واضح ہوتا ہے[۱]۔ ان سے انسانی تخلیق کا مادہ، درجات اور مراحل کا بھی بہت اچھی طرح علم ہوتا ہے[۲] جہاں تک اس کی تخلیق کی غرض و غایت اور مقصد کا تعلق ہے عام طور سے بلکہ ہمیشہ سورۂ الذاریات کی آیتِ کریمہ ۵۶ پیش کردی جاتی ہے:-

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ	اور میں نے جن اور انسان کو صرف
إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝	اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔

تمام مفسرینِ قرآن کریم اور شارحینِ کلامِ ربانی نے عبادتِ الٰہی کے لیے انسان کی تخلیق و پیدائش کے اس قرآنی بیان کی طرح طرح سے تشریح کی ہے[۳]

لیکن نگاہِ غائر سے دیکھا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی تخلیق کی یہ غرض و غایت انسان کے نقطۂ نظر اور اس کے فرضِ منصبی کے لحاظ سے ہے۔ اس کی مختصر توجیہ و تشریح یوں کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کا اسی طرح خالق ہے جس طرح پوری کائنات اور اس کی تمام چیزوں کا اور یہ پوری کائنات اور اس کی تمام چیزیں بلا چون وچرا اپنے خالق کی اطاعت و عبادت میں لگی ہوئی ہیں[۴] اسی طرح انسان کو بھی اپنے خالق و مالک کی اطاعت و عبادت کرنی چاہیے۔ یہ اس کا شرعی، قانونی، منصبی، اخلاقی اور فطری فرض ہے۔ گویا کہ یہ بندہ اور انسان کی جانب سے اپنے خالق کی جناب میں شکرانہ ہے ان انعاماتِ بیکراں اور عطایائے

بے پایاں کا جو اس کا خالق و مالک ازراہِ کرم خالص اس پر فیضان کرتا ہے۔ لہٰذا یہ واضح ہوتا ہے کہ انسان کی تخلیق کا یہ مقصد اور اس کی یہ غرض و غایت انسان کے فرض منصبی کے لحاظ سے ہے۔[۵]

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ تخلیقِ انسانی کی غرض و غایت خالق و مالک ــــ اللہ تبارک و تعالیٰ ــــ کی ذاتِ عالی اور صفاتِ سامی کے اعتبار سے کیا ہے؟ اس کا جواب قرآنِ مجید کی سورۂ ہود کی آیتِ کریمہ ۹-۱۱۸ میں یوں دیا گیا ہے:-

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ	اور اگر تمہارا رب چاہتا / چاہے تو انسانوں
اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ	کو ایک امت بنا دیتا / بنا دے اور وہ برابر
مُخْتَلِفِيْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ	اختلاف کرنے والے رہیں گے۔ سوائے
وَلِذَالِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ	ان کے جن پر تیرے رب نے رحم کیا اور اسی لیے ان
كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ	کو اس نے تخلیق کیا اور تیرے رب کی بات حجت پوری
مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝	ہو گئی کہ میں جہنم کو تمام جنوں اور انسانوں میں سے (کچھ سے) ضرور بھر دوں گا۔

اس آیت کریمہ کی تشریح و تعبیر میں مفسرین کا کافی اختلاف ہے، اس کے بارے میں روایات بھی متعدد آئی ہیں اور اقوال و مسالک بھی مختلف ہیں۔ بنیادی طور سے مفسرین کرام کو اس آیتِ کریمہ کے حوالہ سے دو گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: ایک وہ گروہ جو آیت کریمہ کا اہم ترین جملہ: وَلِذَالِكَ خَلَقَهُمْ (اور اسی واسطے ان کو (تیرے رب نے پیدا کیا) کو وَلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ (اور ہمیشہ رہتے ہیں اختلاف میں) سے متعلق مان کر ان کا مقصدِ تخلیق اختلافِ مذاہب و مسالک و عقائد قرار دیتے ہیں جبکہ دوسرے گروہ کے نزدیک فقرۂ قرآنی وَلِذَالِكَ خَلَقَهُمْ کا تعلق اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ (مگر جن پر رحم کیا تیرے رب نے) کے فقرۂ متصلہ سے ہے۔ دونوں گروہوں نے اپنے اپنے دلائل دئے ہیں اور اپنی اپنی تشریحات پیش کی ہیں۔ اس مختصر مقالہ کا مقصد اسی آیتِ کریمہ کے بارے میں ان دونوں طبقاتِ مفسرین کی آراء و تشریحات کا تجزیہ کر کے اس کا صحیح مفہوم متعین کرنے کی کوشش کرنا ہے۔

(ب) تخلیق برائے اختلاف: قدیم مفسرین

پہلے طبقہ کے مفسرین کی ترجمانی کرتے ہوئے امام طبری نے متعدد روایات

نقل کی ہیں۔ امام حسن بصری کے بارے میں کئی روایات آئی ہیں جن کے مطابق وہ انسانی تخلیق کو اختلاف کے لیے سمجھتے تھے انھوں نے منصور بن عبدالرحمٰن کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ کو اپنی جنت کے لیے اور کچھ کو اپنی جہنم کے لیے تخلیق کیا ہے لہٰذا اول الذکر کو اپنی رحمت کے لیے اور موخر الذکر کو اپنے عذاب کے لیے پیدا کیا۔ حضرت حسن کی ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ رحمتِ الٰہی کے مستحق لوگ ایسا کوئی اختلاف نہیں کرتے جو ان کے لیے نقصان دہ ہو۔ جبکہ حضرت ابن عباس کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو دو فریقوں میں پیدا کیا: ایک فریق جس پر وہ رحم فرماتا تو وہ اختلاف نہیں کرتے اور ایک وہ فریق جس پر وہ رحم نہیں کرتا لہٰذا وہ اختلاف کرتے ہیں اور اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کا قول ہے فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ (سورۂ ہود ۱۰۵: تو ان میں سے کچھ بدبخت ہیں اور کچھ خوش بخت)۔ دوسرے اقوال کے مطابق حضرت عطاء بن ابی رباح نے اختلاف کرنے والوں سے مراد یہود و نصاریٰ اور مجوس کو لیا ہے، اور رحمِ الٰہی سے فیضیاب ہونے والوں کو اسلام کا پیرو بتایا ہے۔ یعنی انسانوں میں مومن و کافر پیدا کیے۔ یہی مراد امام اعمش سے بھی مروی ہے۔ امام مالک سے بھی ایک قول یہ مروی ہے کہ اللہ نے ان کو پیدا کیا تاکہ وہ دو گروہ بن جائیں: ایک گروہ جنت میں ہو اور ایک جہنم میں۔ امام طبری نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور یہی ابو عبید اور الفراء کا خیال بتایا ہے۔[۶]

دوسرے مفسرین کرام میں حافظ ابن کثیر نے بھی ابن جریر طبری کی انھیں روایات کو اس نقطۂ نظر سے باب میں نقل کیا ہے۔[۷] زیادہ تر ماثور روایات کی بنا پر تفسیر کرنے والے مفسرین کے ہاں یہی روایات مختلف تعبیرات و تشریحات کے ساتھ ملتی ہیں جن میں بہت کم فرق پایا جاتا ہے۔[۸] جبکہ تفسیر رائے میں شہرت رکھنے والے مفسرین عظام میں سے اکثر نے اس کی تشریح عقلی استدلال کے مطابق کی ہے۔ علامہ زمخشری متعلقہ آیت کریمہ نقل کر کے فرماتے ہیں کہ "اس میں کلام اوّل اور اس کے مضمون کی طرف اشارہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اختلاف کے لیے اختیار و انتخاب کی طاقت سے بہرہ ور کیا ہے تاکہ حق کو اختیار کرنے والے کو اس کے حسنِ اختیار کے لیے ثواب سے نوازے اور باطل کے چننے والے کو اس کے بُرے اختیار کے لیے سزا دے۔"[۹] قاضی ابن العربی مسئلہ خامسہ کے تحت "وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ" کا ذکر کر کے کہتے ہیں کہ اس میں دو قول ہیں: اول، اختلاف کے لیے ان کو پیدا کیا

دوم رحمۃ کے لیے ان کو تخلیق کیا۔ صحیح یہ ہے کہ ان کو اس لیے پیدا کیا تاکہ وہ اختلاف کریں۔ پھر وہ جس پر چاہے رحم کرے اور جس کو چاہے عذاب دے، جیسا کہ اس نے خود فرمایا: فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ اور فرمایا فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ" پھر اسی مفہوم کی وہ روایت امام مالک سے نقل کی ہے جس کا ذکر ابن کثیر نے کیا ہے اور اپنے مختار قول کو صحیح قرار دیا ہے۔ شیخ اکبر ابن عربی کی طرف منسوب تفسیر میں بھی یہی تفسیر و تشریح آیت کریمہ منقول ہے۔ امام نسفی کا رجحان بھی اختلاف کی طرف ہے امام قرطبی نے اختلاف کے لیے تخلیق انسانی کے عقیدہ کے ماننے والوں میں حضرات حسن بصری، مقاتل اور عطاء کے علاوہ ایک نسخہ کے مطابق یمان کو بھی شامل کیا ہے۔ علامہ ابو السعود بھی اسی اختلاف کے نظریہ کے قائل ہیں اور اسی کی توجیہ اپنی تفسیر میں کی ہے۔ امام بقاعی اختلاف کے لیے انسانوں کی تخلیق کا نظریہ پوری صراحت کے ساتھ قبول کرنے کے ساتھ ساتھ مجمع الاتفاق والاختلاف کی طرف بھی ذالک کا اشارہ سمجھتے ہیں[۱۰]

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کچھ مفسرین کرام تو سورۂ ہود کی آیت کریمہ ۱۱۸ میں مذکور تمام انسانوں پر امت واحدہ کی تخلیق کے منشائے الٰہی اور پھر مختلف طبقات میں اس کے منقسم ہوجانے کی واقعیت کے ذکر سے متاثر ہوگئے اور انھوں نے بعد والی آیت کریمہ کو اس کے پس منظر میں دیکھ اور سمجھ کر اس کو ایمان وکفر، اسلام وغیر اسلام اور جنت وجہنم کا سبب بنا دیا اور خود یہ سمجھا اور دوسروں کو سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو سب انسانوں کو ایمان واسلام پر پیدا کرتا اور ان میں کسی اختلاف کو روا نہ رکھتا کیونکہ وہ ایمان وکفر دونوں پر پیدا کرنے پر قادر ہے لیکن اس نے انسانوں کو ایمان وکفر، اسلام وغیر اسلام اور حق وباطل کا اختیار دیا اور اختیار و انتخاب کے اسی استعمال پر ان کے معاد وانجام کو طے کیا۔ لہٰذا ان کی تخلیق اسی اختلاف حق وباطل کے امتحان وامتیاز اور اختیار کے لیے کی گئی۔ اس خیال وتصور کو تقویت آیت کریمہ کے آخری حصے سے ملی جس میں اللہ تعالیٰ کے اس کلمہ کے مکمل ہونے کا ذکر ہے کہ وہ جنات اور انسانوں سے جہنم کو ضرور بھر دے گا۔ یہ نقطۂ نظر یا تخلیق انسانی کا مقصد ابن کثیر جیسے ماثور تفسیر کے علمبرداروں کے ہاں بھی صریح یا مضمر انداز میں پایا جاتا ہے[۱۱] اور کچھ مفسرین عظام معتزلی عقیدۂ اختیار انسانی سے شعوری یا غیر شعوری طور پر متاثر ہوئے اور ان کا یہ تاثر ان کی تفاسیر میں بھی در آیا۔ متاخرین یا بعد کے مفسرین کرام میں یہ تاثر پذیری زیادہ ہی نظر آتی ہے۔

ان میں جدید عرب مفسرین اور غیر عرب شارحین دونوں شامل نظر آتے ہیں[۱۲]

جدید مفسرین

برصغیر پاک و ہند کے متعدد عظیم و کبیر اہلِ تفسیر نے اختلافِ دین و مذہب کے لیے انسانوں کی تخلیق کا مقصد بلا نقد و غور قبول کر لیا۔ اور نہ صرف دوسری آیات قرآنی اور احادیثِ نبوی نظر انداز کر دیں بلکہ اس اہم موضوع پر مجموعی اسلامی نظر بھی نہیں ڈالی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اس آیتِ کریمہ کے ترجمہ تک میں اختلاف کا مقصد یوں شامل کر دیا:

ولو شاء ربك لجعل الناس	واگر خواستی پروردگار تو البتہ گردانیدی
امة واحدة ولا یزالون	مردمان را یک ملت و ہمیشہ باشند مختلف
مختلفین الا من رحم ربك	الا آنکہ بروے رحم کردہ است پروردگار تو
ولذلك خلقهم	و برائے ایں اختلاف آفریدہ است ایشاں را[۱۳]

اور تفسیر فتح الرحمٰن کے حاشیہ میں یہ مزید صراحت کی کہ اختلاف کی نسبت اہل باطل کی طرف ہے نہ کہ اہل حق کی طرف کیونکہ وہ امت مرحومہ ہیں[۱۴] ان کے اردو مفسر فرزند گرامی حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی نے اس موضوع پر کامل سکوت اختیار کیا ہے۔ مگر ان کے اردو ترجمہ کی ترتیب نو اور ترجمانی جدید کرنے والے مولانا محمود حسن کے ترجمہ و تفسیر "موضح فرقان" کی تکمیل کرنے والے مولانا شبیر احمد عثمانی سورۂ ہود کی ان دونوں آیات کی تفسیر یوں فرماتے ہیں: "..... خدا تعالیٰ کی حکمتِ تکوینی اس کو مقتضی نہیں ہوئی کہ ساری دنیا کو ایک ہی راستہ پر ڈال دیتا اسی لیے حق کے قبول کرنے نہ کرنے میں ہمیشہ اختلاف رہتا ہے اور رہے گا۔ مگر فی الحقیقت اختلاف اور پھوٹ ڈالنے والے وہ لوگ ہیں جنھوں نے صاف و صریح فطرت کے خلاف حق کو جھٹلایا۔ اگر فطرتِ سلیمہ کے موافق سب چلتے تو کوئی اختلاف نہ ہوتا۔ اسی لیے "الا من رحم ربک" سے متنبہ فرمایا کہ جن پر خدا نے ان کی حق پرستی کی بدولت رحم کیا وہ اختلاف کرنے والوں سے مستثنیٰ ہیں..... دنیا کی آفرینش سے غرض یہ ہی ہے کہ حق تعالیٰ کی ہر قسم کی "صفاتِ جمالیہ و قہریہ" کا ظہور ہو، اس لیے مظاہر کا مختلف ہونا ضروری ہے، تاکہ ایک جماعت اپنے مالک کی وفاداری و اطاعت دکھا کر رحمت و کرم اور رضوان و غفران کا مظہر بنے، جو "الا من رحم ربک" کی مصداق ہے اور دوسری جماعت

اپنی بغاوت و غداری سے اس کی صفتِ عدل و انتقام کا مظہر بن کر حبسِ دوام کی سزا بھگتے۔ جس پر خدا کی یہ بات پوری ہو لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین.... اور تکوینی غرض یہ ہے کہ تشریعی مقصد کو اپنے کسب و اختیار سے پورا کرنے اور نہ کرنے والے دو گروہ ایسے موجود ہوں جو حق تعالیٰ کی صفاتِ جلالیہ و جمالیہ یا بالفاظِ دیگر لطف و قہر کے مورد و مظہر بنیں۔

جدید عہد کے مفسرینِ عظام میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے اتباعِ کامل میں متعلقہ آیتِ کریمہ کے ترجمہ/ترجمانی میں لکھا ہے کہ "اسی (آزادیٔ انتخاب واختیار) کے لیے ہی تو اس نے انھیں پیدا کیا تھا" پھر اس کے حاشیہ تشریحی میں پہلے تقدیرِ الٰہی کی مختصر وضاحت کی ہے اور اسی کے سلسلہ میں فرمایا: "..... لیکن اللہ نے انسان کے بارے میں جو حکمت فرمائی ہے وہ دراصل یہ ہے کہ اس کو انتخاب و اختیار کی آزادی بخشی جائے۔ اسے اپنی پسند کے مطابق مختلف راہوں پر چلنے کی قدرت دی جائے۔ اس کے سامنے جنت اور دوزخ دونوں کی راہیں کھول دی جائیں اور پھر ہر انسان اور ہر انسانی گروہ کو موقع دیا جائے کہ وہ ان میں سے جس راہ کو بھی اپنے لیے پسند کرے اس پر چل سکے۔ تاکہ ہر ایک جو کچھ بھی پائے اپنی سعی و کسب کے نتیجہ میں پائے ..." مولانا موصوف نے اس کی مزید تفصیل تشریح کی ہے جس میں واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کی اس آزادیٔ انتخاب و عمل میں مداخلت نہیں کرتا بلکہ ہر ایک کو اسی انجام کی طرف ڈھکیل دے گا جو اس نے خود اپنے لیے انتخاب کیا ہے۔ دوسرے ممتاز عالمِ دین اور مفسرِ قرآن مولانا امین احسن اصلاحی نے آیتِ قرآنی کے ترجمہ میں "اور اسی لیے ان کو اس نے پیدا کیا ہے" کہہ کر "اسی کے لیے" کی تصریح و تعبیر اختلاف سے نہیں کی تاہم اپنی تشریح میں یہی موقف اختیار کیا ہے: "... ولذٰلک خلقھم یعنی اللہ نے تو لوگوں کو اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ اپنے انتخاب و اختیار سے اپنے آپ کو اپنے رب کے فضل و رحمت کا سزاوار بنائیں۔ یہ امتحان انسان کی خلقت کا ایک لازمی جزو ہے۔ اس سے گزرے بغیر کوئی شخص رحمتِ خداوندی کا حقدار نہیں ہو سکتا ....."

آیتِ کریمہ کے بقیہ حصہ کی تشریح میں یہ کہا ہے کہ امتحان میں فیل ہو جانے والے جہنم میں داخل کیے جائیں گے اور اس کا تعلق ابلیس کے جواب سے جوڑا ہے جو اس نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے کہا تھا۔ اس آیتِ کریمہ کی تشریح و تفسیر میں یا تخلیقِ انسانی کی غرض و غایت بیان کرنے میں کئی اور اہم مفسرینِ کرام نے یہی موقف اختیار کیا ہے۔

اور واضح کیا ہے کہ انسان کو اسی انتخاب و اختیار کی آزادی کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور اس آزادی کے صحیح یا غلط استعمال پر وہ رحمتِ الٰہی یا قہرِ ربانی کے مستحق بنتے ہیں اور اسی کے نتیجہ میں وہ آخرت میں جنت یا جہنم میں قیام کے حقدار بنیں گے۔ مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ "... مگر جس پر آپ کے رب کی رحمت ہو (وہ دین کے خلاف طریقہ اختیار نہ کرے گا) اور (اس اختلاف کا غم یا تاسف یا تعجب نہ کیجئے کیونکہ) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا ہے (کہ ان میں اختلاف رہے)..." ان کے مرید و متبع شارحِ قرآن مولانا عبدالماجد دریابادی نے وہی مفہوم لیا ہے جو ان کے شیخ و مرشد نے لکھا ہے البتہ انھوں نے امام ابوبکر جصاص کے حوالے سے بعض ائمہ تفسیر کا مسلک بھی بیان کر دیا ہے جنھوں نے خلق کا تعلق رحم سے سمجھا ہے..." مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں کہ "... مگر جس پر آپ کے رب کی رحمت ہو (وہ دین کے خلاف طریقہ اختیار نہ کرے گا)... اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا ہے (کہ ان میں اختلاف رہے)" مفتی موصوف کی تفسیر و ترجمہ اور تشریح مولانا تھانوی کے الفاظ میں ان کا اختصار ہے۔ اگرچہ مولانا ابوالکلام آزاد نے اختلاف کے لیے تخلیق انسانی کی صراحت نہیں کی ہے تاہم ان کی مراد بھی وہی معلوم ہوتی ہے مگر علامہ ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری نے اختیار کے لیے پیدا کرنے کی صراحت کی ہے۔ یہی موقف سید قطب کا ہے۔ اس ضمن میں یہ بہت اہم بات ہے کہ ان تمام مفسرین و شارحین میں سوائے ایک کے تخلیق انسانی کی دوسری غرض و غایت یا اس سے متعلق روایات کا قطعی ذکر نہیں کیا ہے بلکہ ان کا حوالہ تک نہیں دیا ہے پھر وہ دوسری آیاتِ قرآنی یا احادیثِ نبوی یا اسلامی روایات کا ذکر کیونکر کرتے[۱۲]

(ج) تخلیق برائے اختلاف و رحمت

قاضی بیضاوی اس باب میں ان مفسرین کرام کی ترجمانی کرتے ہیں جو کوئی صاف موقف اختیار نہیں کرتے بلکہ مشروط طور سے آیت کریمہ کی تشریح و تعبیر کرتے ہیں اور اسی طرح تخلیق انسانی کی غرض و غایت کے بارے میں گومگو کا مبہم طریقہ اپناتے ہیں۔ "وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ" کی تشریح میں وہ فرماتے ہیں کہ اگر ضمیر "الناس" کے لیے ہے تو اشارہ اختلاف کی طرف ہے اور لام (لذلک کا) انجام/عاقبت کے لیے ہے یا اس کی طرف ہے اور رحمت

کی طرف ہے۔ واگر ضمیر "من" کے لیے ہے تو اشارہ رحمت کی جانب ہے[۱۷]۔ اسی تطبیقی نقطۂ نظر کے علمبردار امام بغوی ہیں جو اختلاف اور رحمت کے لیے تخلیق انسانی کے دونوں اقوال بالترتیب حضرات حسن، عطاء اور مالک کے اول الذکر کے لیے اور حضرت ابن عباس، مجاہد، قتادہ اور ضحاک کا موخر الذکر کے لیے نقل کر کے ابوعبیدہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ "میں جس قول کو اختیار کرتا ہوں وہ ان کا ہے جو اس کے قائل ہیں کہ ایک فریق کو اپنی رحمت کے لیے اور ایک فریق کو اپنے عذاب کے لیے اس نے پیدا کیا۔ فراء کا قول ہے کہ اہل رحمت کو رحمت کے لیے اور اہل اختلاف کو اختلاف کے لیے پیدا کیا۔ محصول حاصل آیت یہ ہے کہ اہل باطل مختلف ہیں اور اہل حق متفق ہیں لہٰذا اللہ نے اہل حق کو اتفاق کے لیے اور اہل باطل کو اختلاف کے لیے پیدا کیا۔ امام سیوطی کا بھی یہی ارشاد ہے کہ اہل اختلاف کو اختلاف کے لیے اور اہل رحمت کو رحمت کے لیے پیدا کیا۔ امام قرطبی نے تینوں اقوال بیان کر کے اسی قول کو احسن الاقوال قرار دیا ہے کہ وہ عام ہے اور انسانوں کی تخلیق کے باعث سے متعلق ہے۔ امام رازی نے بھی تینوں مسالک بیان کر کے اسی کو مختار کہا ہے اور اس کے لیے تین دلیلیں دی ہیں: اول یہ کہ علم و جہالت جنت میں تخلیق الٰہی سے آتے ہیں دوم یہ کہ انسانوں کی اہل اختلاف اور اہل رحمت میں تقسیم الٰہی کے مطابق ہے اور سوم آیت کریمہ کا آخری جملہ اس کی تصریح کرتا ہے۔

بعض مفسرین ایسے بھی نظر آتے ہیں جو تطابق و توافق کے ہر معاملے میں قائل نظر آتے ہیں اور بسا اوقات وہ دو متضاد خیالات روایات میں تطبیق کی راہ نکال ہی لیتے ہیں۔ مثلاً حضرت حسن بصری سے ایک یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ وہ سورۂ ہود کی اس آیت کریمہ کی مراد یہ قرار دیتے تھے کہ ان کی تخلیق رحمت اور اختلاف دونوں کے لیے کی گئی تھی۔ لیکن یہ روایت راوی کے نزدیک بھی مجروح ہے کیونکہ "قیل" (کہا گیا) کے لفظ سے اس کو نقل کیا گیا ہے جو اس کے ضعف و ناقابل اعتباری یا مجروحیت کی ایک دلیل ہے۔ قاضی ثناء اللہ عثمانی حنفی نے بھی دونوں اقوال بیان تو کئے ہیں لیکن پھر امام بغوی کے قول کو ترجیح دی ہے کہ "اس تاویل (اشارہ اختلاف و رحمت دونوں کی طرف ایک ساتھ ہے) کی تائید اللہ تعالیٰ کے قول وتمت کلمة ربك ....." سے[۱۸] بھی ہوتی ہے۔

(د) تخلیق انسانی برائے رحمتِ الٰہی۔ قدیم مفسرین

مفسرین کرام کے ایک بڑے قدیم وجدید طبقہ کا خیال ہے کہ آیت کریمہ کے فقرہ ولذلك خلقهم میں ضمیر رحمت کے لیے ہے جو آلامن رحم ربك میں موجود ہے اور اس بنا پر تخلیق انسانی کی غرض وغایتِ رحمت الٰہی سے انسانوں کی فیضیابی ہے۔

اہم ترین بات یہ ہے کہ صحابہ کرام میں سے ترجمان القرآن حضرت ابن عباس کی یہی توجیہ وتفسیر ہے جو ممکن ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہو۔ کیونکہ مراسیل صحابہ میں اس کا قوی امکان رہتا ہے۔

صحابہ کرام کا طبقۂ اولین کے بعد تابعین عظام کا طبقۂ دوم میں سے تمام جلیل القدر مفسرین جیسے حضرت قتادہ، ابن دعامہ سدوسی (۶۱-۱۱۷ھ / ۶۸۰-۷۳۵ء) مجاہد بن جبیر مخزومی (۲۱-۱۰۴ھ / ۶۴۱-۷۲۲ء) عکرمہ بربری مولیٰ ابن عباس (م ۱۰۴ھ / ۷۲۲ء) طاؤس بن کیسان یانی (م ۱۰۶ھ / ۷۲۴ء) نے رحمتِ الٰہی ہی کو باعث تخلیق انسان اور مقصود وجود آدمی مانا ہے۔ اگرچہ حضرت ضحاک بن مزاحم ہلالی بلخی (م ۱۰۵ھ / ۷۲۲ء) صحابہ کرام سے براہ راست روایت نہیں کرتے تاہم وہ اس دور کے عظیم مفسر تھے۔[۱۱]

قدیم ترین صاحب کتاب مفسرین میں حضرت سفیان ثوری (۹۷-۱۶۱ھ / ۷۱۶-۷۷۸ء) کا یہی خیال ہے کہ رحمتِ الٰہی انسان کے وجود کا مقصود ہے۔[۱۲]

متعدد قدیم ومتوسط مفسرین وشارحین نے رحمت الٰہی کے لیے انسان کی تخلیق کے نظریہ کو بوجوہ وبدلائل ترجیح دی ہے۔

امام طبری وغیرہ متعدد حضرات نے اس نقطۂ نظر کو پیش کرنے والی روایات بھی نقل کی ہیں اگرچہ ان میں سے کئی نے ان سے اتفاق نہیں کیا۔ امام طبری اس کا آغاز یوں کرتے ہیں کہ دوسرے مفسرین نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ رحمت کے لیے ان کو پیدا کیا اور پھر اس نقطۂ نظر کے قائلین وحاملین میں مشہور تابعی مفسر مجاہد بن جبیر سے پانچ مختلف الاسناد روایت نقل کی ہیں۔ دوسرے تابعی مفسر حضرت قتادہ بن دعامہ اور حضرت ضحاک، سے ایک ایک اور حضرت عکرمہ مولیٰ حضرت ابن عباسؓ سے دو روایات روایت کی ہیں۔ آخری روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ عظیم ترین صحابی مفسر قرآن

کا قول نقل کیا ہے کہ "رحمت" کے لیے اس نے ان کو پیدا کیا اور عذاب کے لیے نہیں پیدا کیا (للرحمۃ خلقہم، ولم یخلقہم للعذاب) امام سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ ان کو رحمت کے لیے پیدا کیا۔ (للرحمۃ خلقہم)[۲۱]

حافظ ابن کثیر نے رحمت الٰہی کے لیے تخلیق انسانی کی روایات میں ابن جریر طبری پر مذکورہ بالا روایات نقل کرنے کے علاوہ بعض اور روایات و اقوال کا اضافہ بھی کیا ہے۔ ان میں سے ایک بہت دلچسپ اور اہم ہے مشہور تابعی حضرت طاؤس بن کیسان کی موجودگی میں دو آدمیوں نے سخت اختلاف کیا تو حضرت طاؤس نے ان سے کہا کہ تم دونوں نے اختلاف کیا اور بہت کیا۔ اس پر ایک شخص نے جواب دیا کہ ہم اسی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ حضرت طاؤس نے فرمایا: تم نے جھوٹ کہا۔ کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتا ہے: "ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذلک خلقہم" پھر فرمایا: ان کو اس لیے نہیں پیدا کیا کہ وہ اختلاف کریں بلکہ ان کو جماعت و رحمت کے لیے پیدا کیا ہے پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت و تشریح بیان کی۔ حافظ موصوف حضرات مجاہد و ضحاک و قتادہ کے مذکورہ بالا اقوال کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں کہ "اس قول کے معنی اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف راجع ہوتے ہیں: "وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون" یعنی امام ابن کثیر کے مطابق سورۂ ہود اور سورۂ ذاریات کی دونوں آیات قرآنی جو تخلیق انسانی کا مقصد بتاتی ہیں ایک دوسرے کی تصدیق و تائید اور تشریح و تعبیر کرتی ہیں[۲۲]

علامہ ابن قتیبہ (۲۱۳ھ) نے رحمت الٰہی سے فیضیابی کی خاطر تخلیق انسانی کا قول پسند کیا ہے کیونکہ وہ آیات کریمہ کی یوں تشریح کرتے ہیں کہ "لوگ برابر اپنے دین میں مختلف رہیں گے" سوائے ان لوگوں کے جن پر تمہارا رب رحم کرے" کیونکہ ان کا دین ایک ہے جس میں وہ مختلف نہیں ہیں" اور اسی کے لیے ان کو پیدا کیا ہے" یعنی اپنی رحمت کے لیے ان کو پیدا کیا ہے جو اپنے دین میں اختلاف نہیں کرتے بعض لوگ (قوم) اس طرف بھی گئے ہیں کہ اختلاف کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے۔ علامہ موصوف کی ترجیح سے صاف ظاہر ہے کہ وہ تخلیق انسانی کا مقصد اور غرض و غایت رحمت الٰہی سے سرفراز ہونا سمجھتے ہیں۔ اور اختلاف کے لیے ان کی تخلیق کے قول کو مجروح گردانتے

ہیں مشہور حنفی فقیہ اور شارح قرآن ابوبکر جصاص بھی اس خیال سے اتفاق کرتے ہیں۔ "ولذلک خلقھم" کی تفسیر و تشریح میں لکھتے ہیں کہ "حضرات ابن عباس، اور مجاہد اور قتادہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو رحمت کے واسطے پیدا کیا ہے۔ حضرت ابن عباس سے بھی اور حضرات حسن و عطا سے بھی روایت کی گئی ہے کہ اس نے ان کو ان کے اختلاف کے بارے میں اپنے علم پر پیدا کیا ہے۔ اس صورت میں لام عاقبت ہے اور کلام عرب سے اس کی مثال دی ہے۔" ظاہر ہے امام جصاص کی ترجیح رحمت الٰہی کے لیے تخلیق انسانی بتانے والے قول کے حق میں جاتی ہے۔ امام رازی اگرچہ اختلاف و رحمت دونوں کے لیے تخلیق کیے جانے کے قائل ہیں تاہم انھوں نے رحمت کے نظریہ کے قائلین کے بارے میں کافی تفصیل دی ہے۔ جملہ تین وجوہ بیان کیے ہیں اول ضمیر اقرب کی طرف راجع ہوتی ہے اور وہ رحمت ہے جبکہ اختلاف سب سے دور ہے۔ دوم اللہ تعالیٰ کے لیے یہ جائز نہ ہوتا کہ وہ اختلاف کے لیے پیدا کرنے کے بعد ان کو عذاب دیتا۔ سوم یہ سورۂ ذاریات ۵۶ کے مطابق ہے۔ امام رازی نے ایک عجیب بات یہ کہی ہے کہ یہ جمہور معتزلہ کا اختیار و قول ہے۔ امام مہائمی نے رحمت کے لیے ان کی تخلیق مانی ہے۔ امام شوکانی کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔[۲۲]

جدید مفسرین

برصغیر پاک و ہند کے جدید مفسرین میں صرف علامہ سید سلیمان ندویؒ ایسے واحد مفسر و شارح قرآن کریم کی حیثیت سے مل سکے ہیں جو تخلیق انسانی کی غرض و غایت رحمت الٰہی کو سمجھتے ہیں اگرچہ وہ اصطلاحی معنوں میں صاحب کتاب مفسر نہیں ہیں۔ انھوں نے اپنی عظیم معرکۃ الآرا تالیف سیرت النبیؐ میں اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس لیے نہیں بنایا کہ وہ ان کو پیدا کر کے دوزخ کا ایندھن بنائے بلکہ اس نے تو ان کو اپنی رحمت کے ظہور کے لیے پیدا کیا، غیظ و غضب کے اظہار کے لیے نہیں ....." اس کی تائید وہ سورۂ احزاب ۴۳ سورۂ مومن ۷ سورۂ طٰہٰ ۱ وغیرہ سے فراہم کی ہے مزید لکھتے ہیں: "پھر اپنی رحمت کے سب سے آخر میں اپنی رحمت کے کامل مظہر کو دنیا میں بھیجا اور سورہ انبیاء ۱۰۷ کو نقل کرتے ہیں جو آپ کو رحمۃ للعالمین بتاتی ہے اور آخر میں سورۂ ہود کی آیات کریمہ متعلقہ نقل

کر کے فرماتے ہیں: "اس آیت سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو رحمت کے لیے بنایا ہے، عذاب کے لیے نہیں" اور طبری سے حضرت ابن عباس کی تفسیر آیت نقل کرتے ہیں۔ وہ رحمتِ الٰہی عام کے بارے میں متعدد آیات جیسے انعام ۱۲، ۵۴، اعراف ۱۵۶، کہف ۵۸، زمر ۵۳ وغیرہ بھی نقل کر کے یہی خیال ظاہر کرتے ہیں کہ عذاب کا مستحق انسان خود اپنی بداعمالیوں سے بنتا ہے۔ سید موصوف کو اپنے نظریہ اور تفسیر آیت پر اتنا جزم و اعتماد ہے کہ وہ اختلاف والی روایات کا حوالہ تک نہیں دیتے اور نہ مفسرین کے اختلاف کا ذکر کرتے ہیں۔ بعض دوسرے جدید مفسرین بھی ان کے خیال کے حامی نظر آتے ہیں لیکن ان کے ہاں تصریح و وضاحت نہیں ملتی جیسے مشہور انگریزی مترجم و مفسر علامہ عبداللہ یوسف علی وغیرہ۔[۵۲]

(س) اقوال مفسرین کا تجزیہ: اصل مقصود رحمت

سورۂ ہود کی آیت کریمہ ۱۱۹ کے بارے میں تمام تفسیری روایات، اقوال، تشریحات اور تعبیرات کے تجزیہ اور محاکمہ سے یہ حقیقت واضح و روشن ہو جاتی ہے کہ تخلیق انسانی کی غرض و غایت رحمت الٰہی سے تمتع اور سرفرازی ہے۔ جیسا کہ اس نقطۂ نظر کے حامل قائلین عالی مقام کی تصریحات و ارشادات سے واضح ہو چکا ہے۔ پھر اسی نقطۂ نظر کی مزید تصدیق قرآن کریم کی بعض دوسری آیاتِ مقدسہ سے بھی ہوتی ہے۔ ان میں سب سے پہلے تو سورۂ ذاریات کی آیت کریمہ ۵۶ ہے جس کا ذکر ابتدا میں آچکا ہے اور جس سے کسی حد تک استدلال امام ابن کثیر وغیرہ نے بھی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ میں نے جنات اور انسانوں کو اسی لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔" گویا دوسرے الفاظ میں خلق انسانی کا مقصود عبادتِ الٰہی ہے اور جو کوئی اپنے اس مقصدِ حقیقی کو پہچانتا اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے وہ رحمتِ الٰہی کا حقدار بن جاتا ہے اور جو لوگ اپنی تخلیق کی اس غرض و غایت کو نہیں پہچانتے یا پہچان کر اس سے انحراف کرتے ہیں اور عبادتِ الٰہی نہیں کرتے وہ اپنے مقصدِ تخلیق کو نظر انداز کرنے کے سبب اپنے آپ کو رحمتِ الٰہی سے محروم کر لیتے ہیں۔ ان کے جادۂ باطل یا راہِ کفر و شرک کا انتخاب و اختیار ان کی تخلیق کے مقصود و مطلوب کے خلاف ہے جبکہ عبادتِ الٰہی کرنے والوں کا اختیار و انتخاب راہِ حق اور جادۂ ایمان ان کے پیدائش کے مقصد اور غرض و غایت کے مطابق ہے۔ سچ یہ ہے کہ کفر و ضلال کا انتخاب

کرنے والوں اور ایمان وحق پر چلنے والوں دونوں کی پیدائش تو رحمتِ الٰہی کے لیے اور اس کے سبب ہوئی تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ اہلِ کفر وضلال نے انتخاب واختیار کی آزادی میں غلطی کا ارتکاب کیا۔ تمام دوسری مخلوقات کے مقابلہ میں جنوں اور انسانوں کو فعل وعمل اور عقیدہ وخیال کی آزادی اور انتخاب واختیار کا جو حق دیا گیا ہے وہ اس بنا پر نہیں دیا گیا کہ یہ آزادیٔ انتخاب واختیار ان کی خلقت کی غرض وغایت ہے۔ یہ تو عقلِ سلیم فطرتِ الٰہی اور جوہرِ ایمانی کی آزمائش وامتحان ہے۔ نہ کہ ان کی تخلیق کی غرض وغایت تخلیق کا عمل تو اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات سے وابستہ اور اس کی صفتِ خلاقی سے پیوستہ ہے جو سراسر رحمانیت ورحیمیت ہے۔ جبکہ انتخاب واختیارِ انسانی کا تعلق تقدیرِ الٰہی سے ہے جو اس کی خلاقی وعلم کے علاوہ بعض اور خارجی مظاہر واسباب سے بھی وابستہ ہے[۲۵] اس پر بحث پھر آتی ہے۔

آیاتِ الٰہی اور احادیثِ نبوی سے تائید

انسان کی تخلیق وتعمیر کی غرض وغایت کی وضاحت بعض اور احادیثِ نبوی میں بھی ملتی ہے۔ سورہ الروم ع۳ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ	سو تو سیدھا رکھ اپنا منہ دین پر ایک
حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي	طرف کا ہو کر، وہی اللہ کی فطرت ہے جس
فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ	پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔ اللہ کی تخلیق
لِخَلْقِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ	میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی یہی سیدھا دین
وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝	ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں تمام قدیم وجدید مفسرینِ عظام نے فطرت اللہ سے مراد فطرتِ سلیمہ، اسلام، ایمان اور حق وغیرہ لیا ہے الفاظ مختلف اور تعبیرات الگ ہیں لیکن سب کا مقصود صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں/انسانوں کو اسلام یا حق پر پیدا کیا ہے جو دینِ قیم ہے اور اللہ کی اس فطرت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی۔ اگر انسانوں کو ان کے اپنے اصل حالات پر چھوڑ دیا جائے تو ان کی فطرت ان کو سوائے دینِ حق کے اور کسی طرف جانے ہی نہ دے گی۔ اسی کی تائید میں متعدد دوسری آیاتِ الٰہی آئی ہیں جن کا مفہوم ومقصود ایک ہی ہے اور ان میں نمائندہ اور اہم ترین سورۂ یونس ع۱۹ ہے:

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً	اور لوگ جو ہیں سو ایک ہی امت ہیں
فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ	پیچھے جدا جدا ہو گئے اور اگر نہ ایک بات
مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا	پہلے ہو چکتی تیرے رب کی تو فیصلہ ہو جاتا
فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝	ان میں جس بات میں کہ اختلاف کر رہے ہیں۔

سورۂ ہود کی آیتِ زیرِ بحث کی تشریح یہ آیتِ کریمہ کرتی ہے اور واضح حقیقت بتاتی ہے کہ تخلیق کے اعتبار سے تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ایک ہی امت بنایا تھا لیکن انسانوں نے از خود اختلاف کر کے امت کو تقسیم کر دیا۔ سورۂ ہود کی آیتِ کریمہ کی تفسیر اس کلام و تفسیرِ الٰہی کی روشنی میں یہ ہے کہ ان کے اختلاف کو دور کر کے ان کو ایک امتِ واحدہ وہ بنائے رکھتا، نہ یہ کہ اس نے شروع سے ان کو مختلف بنایا۔ یہ بات بہت اہم ہے کہ تمام مفسرینِ کرام نے سورۂ یونس کی آیتِ کریمہ کا یہی مفہوم بیان کیا ہے لیکن سورۂ ہود کی آیتِ مقدسہ کے ضمن میں اس کو نظر انداز کر دیا۔ یہ آیت خاص کر اور اسی مفہوم کی دوسری آیاتِ قرآنی واضح کرتی ہیں کہ انسان کی تخلیق رحمِ الٰہی کے لیے ہے نہ کہ اختلاف کے لیے۔[۲۶]

متعدد احادیثِ نبوی سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ تخلیق انسانی فطرت پر ہوئی ہے اور وہ رحمتِ الٰہی کو مستلزم ہے۔ ان میں اہم ترین حدیث صحیحین کی ہے:

ما من مولود یولد الا علی	ہر بچہ فطرت ہی پر پیدا ہوتا ہے مگر اس
الفطرۃ فابواہ یہودانہ او	کے والدین اس کو یہودی یا نصرانی یا
ینصرانہ او یمجسانہ ..... الخ	مجوسی بنا دیتے ہیں۔

دوسری حدیث قدسی ہے:

انی خلقت عبادی حنفاء	میں نے تو اپنے بندوں کو مسلم
فاجتالتہم الشیاطین عن	پیدا کیا لیکن شیطانوں نے ان کو ان
دینہم	کے دین سے گمراہ کر دیا۔

ایسی تمام آیاتِ کریمہ اور احادیثِ نبویہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بلکہ تمام مخلوقات کو اپنی رحمت سے نوازنے کے لیے پیدا کیا ہے۔ جو لوگ شیاطین، والدین یا دوسرے خارجی عناصر کے سبب اپنے اختیار و انتخاب کی آزادی کا غلط استعمال کرتے ہیں وہ رحمتِ الٰہی سے دور جا پڑتے ہیں اور تحقیق تو ان کی بھی اسی کے واسطے

ہوئی تھی۔[۲۷]

اسلامی شریعت کی توثیق

اختیار و انتخاب کی آزادی اور اس کے صحیح یا غلط استعمال پر رحمتِ الٰہی یا قہرِ ربانی کی حقداری کے لیے بعض خارجی اسباب و عوامل اور شرائط کی بھی ضرورت اسلامی شریعت اور اصول نے تسلیم کی ہے۔ ان میں سے ایک اہم اصول یا تشریعی قانونِ تکلیف ہے۔ ہر انسان خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم اس قانون کے مطابق اختیار و انتخاب کا حقدار اسی وقت ہوتا ہے جب وہ بلوغت کی سرحد پار کرے۔ مسلم پر بلوغت سے قبل فرائض و واجباتِ اسلامی عائد نہیں ہوتے اور غیر مسلم پر ایمان و کفر، حق و باطل اور اسلام و غیر اسلام میں انتخاب و اختیار کی آزادی کا حق نہیں عائد ہوتا یا اختیار معتبر نہیں ہوتا۔ یہی سبب ہے کہ مکلّف (شرعی فرائض کا پابند) ہونے کی عمر سے قبل غیر مسلم کی اولاد بھی غیر مسلم یا جہنمی یا رحمتِ الٰہی سے دور نہیں سمجھی جاتی بلکہ ان کو فطرت پر قائم سمجھا جاتا ہے کیونکہ وہ ابھی تک اپنے حق اختیار و انتخاب کو استعمال کرنے کے قابل ہی نہیں ہوئے اور اگر وہ بلوغت سے قبل موت کا شکار ہو جائیں تو ان کو رحمتِ الٰہی سے محروم نہیں سمجھا جاتا۔ ظاہر ہے کہ ان کی تخلیق پر رحمِ مادر سے وجود ہستی پانے اور بلوغت تک کا پورا یا کچھ عرصہ گذارنے کا موقع / عرصہ گذر چکا۔ اگر ان کی تخلیق اختلافِ مذاہب کے لیے ہوئی تھی جیسا کہ بعض مفسرین و شارحین کا دعویٰ اور خیال ہے تو یہ اختلاف ان کی پیدائش سے قبل اگر نہیں باعث تخلیق بنتا تو کم از کم ان کی پیدائش کے بعد ان کی بلوغت کے زمانے کے قبل کے عرصہ میں تو بننا چاہیئے۔ اگر یہ دلیل دی جائے کہ پیدائش کے بعد وہ اپنے والدین یا سرپرستوں کے زیر اثر غیر حق قبول کر چکے اور غیر اسلام کے جادہ پر گامزن ہو چکے تو یہ انتخاب و اختیار ہو چکا اور اس کے سبب اختلاف بھی رونما عمل آ چکا۔ مگر یہ دلیل و استدلال بوں صحیح نہیں ہے کہ سرحدِ تکلیف یا حدِ لزوم شریعت کو تو وہ پہونچے ہی نہیں لہٰذا انھوں نے اپنے انتخاب و اختیار کا حق استعمال کیا ہی نہیں، اور جس غیر حق دین یا غیر اسلام پر وہ گامزن نظر آتے ہیں وہ ان کا انتخاب ہے ہی نہیں، وہ تو ان کے والدین یا سرپرستوں کا انتخاب ہے یا دوسرے الفاظ میں ان پر ان کے بزرگوں کا تسلطِ بیجا ہے۔ لہٰذا جب تک یہ تسلطِ بیجا دور نہ ہو اور

ان کو اپنے اختیار کا حق نہ ملے یعنی وہ مکلف و پابندِ اوامرِ الٰہی نہ بنیں نہ ان کا اختلافِ مذاہب اختلاف ہی ہے اور نہ جادۂ حق سے ان کا انحراف انحراف ہی ہے۔ اسی سبب سے وہ احادیثِ نبویہ وارد ہوئی ہیں جن میں اولادِ مشرکین کے رحمتِ الٰہی سے محروم نہ ہونے کا مفہوم موجود ہے۔[۲۸]

قانونِ رسالت کی تصدیق

مزید برآں ایک اور غیر مبدّل اور حتمی قانونِ الٰہی ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ اور اپنی وحی و ہدایت کے واسطہ سے کسی قوم یا تمام انسانوں پر دینِ حق / اسلام کی حجت تمام نہیں کر دیتا وہ ان کو اپنی رحمت سے محروم نہیں کرتا۔ سورۂ اسراء ۱۵ میں اس قانونِ الٰہی کی یوں وضاحت کی گئی ہے:

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ	جو کوئی راہ پر آیا تو آیا اپنے ہی بھلے کو
لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا	اور جو کوئی بہکا رہا تو بہکا رہا اپنے ہی برے
وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا	کو۔ اور کسی کو نہیں پڑتا بوجھ دوسرے
مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝	کا اور ہم نہیں ڈالتے بلا جب تک نہ بھیجیں کوئی رسول۔

اس میں بنیادی اور اس بحث سے متعلق فقرۂ الٰہی یہ ہے کہ "ہم عذاب نہیں دینے والے تا آنکہ ایک رسول نہ بھیج دیں۔" حافظ ابنِ کثیر نے اس کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا ہے: یہ اللہ تعالیٰ کے عدل کے بارے میں خبر ہے کہ وہ کسی کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک ان کی طرف رسول بھیج کر ان پر حجت تمام نہ کر دے۔ اس کی تائید میں حافظ موصوف نے بعض دوسری آیاتِ کریمہ کے علاوہ کئی احادیث نبویہ بھی نقل کی ہیں۔ تائیدی آیاتِ کریمہ ہیں:

(۱) كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا	جس وقت پڑے اس میں ایک
فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ	گروہ پوچھیں ان سے دوزخ کے داروغہ
يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝	کیا نہ پہونچا تھا تمہارے پاس کوئی ڈر
(ملک: ۸)	سنانے والا۔ وہ بولیں کیوں نہیں ہمارے
	پاس پہونچا تھا ڈر سنانے والا پھر ہم نے جھٹلایا...
(ب) وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اَمَرُوْا	اور ہانکے جائیں جو کہ تھے دوزخ کی

اِلٰی جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتّٰۤی اِذَا	طرف گروہ گروہ، یہاں تک جب پہنچ جائیں
جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا	اس پر کھولے جائیں اس کے دروازے اور
وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ یَاْتِكُمْ	کہنے لگیں ان کو اس کے داروغہ کیا نہ پہونچے
رُسُلٌ مِّنْكُمْ ۝ (زمر:۷۱)	تھے تمہارے پاس رسول تم میں کے۔

حافظ ابن کثیر نے سورۂ فاطر ۲۴ نقل کرکے کہا ہے کہ ایسی بہت سی آیاتِ کریمہ ہیں جو یہ بتاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو جہنم میں اسی وقت ڈالتا ہے جب وہ اپنے رسولوں کو اس کے پاس بھیج چکتا ہے۔ ایسی دوسری آیات میں سورۂ مائدہ ۱۹، ۱۸، سورۂ قصص ۴۶، سورۂ سبا ۴۴ وغیرہ متعدد آیات شامل ہیں۔ حافظ موصوف نے رسولوں کے ذریعہ حجت قائم وتمام کرنے کے ساتھ کفار کے نابالغ اولاد/بچوں، پاگل، بہرے اور انتہائی بوڑھے (الشیخ الخرم) کے بارے میں علماء کے اختلاف کا ذکر کرکے متعدد احادیث نقل کی ہیں اور ان کا ذکر اوپر آچکا ہے۔[۲۹]

اسلوبِ قرآنی کی شہادت

اس آیتِ کریمہ میں زبان واسلوب کے لحاظ سے بھی ایک نکتہ نکالا جاسکتا ہے جو اشارہ کرتا ہے کہ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ میں ذٰلِكَ کا اشارہ "اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ" میں "رحم" کی طرف ہے کیونکہ تخلیق کا ذکر کرنے والا فقرہ رحم کرنے والے فقرہ کے متصلاً بعد آیا ہے۔ لہٰذا یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ اس کو "لا یزالون مختلفین" کی جانب راجع کیا جائے۔ پھر اگر اس کو متصل فقرہ کی طرف راجع نہیں کیا جاسکتا اور بعید ترین فقرہ/جملہ کی طرف راجع کرنا ہے تو "امۃ واحدۃ" کی طرف راجع کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادۂ اصلی اور منشاء ومرضی یہی تھی کہ سب انسان ایک امت واحدہ ہی ہوں لیکن لوگوں نے اپنی ہٹ دھرمی سے اس کی مرضی کے خلاف اختلاف کرکے شیرازۂ امت بکھیر دیا۔ ان دونوں آیاتِ کریمہ میں فصل کیا گیا ہے۔ "مختلفین" پر اول آیت تمام ہوجاتی ہے۔ یعنی اس پر ایک بات ختم ہوجاتی ہے اور "اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ" سے دوسری آیت شروع ہوتی ہے اور اس سے نئی بات/نئی حقیقت کا آغاز ہوتا ہے۔ لہٰذا "وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ" میں حرفِ اشارہ "ذٰلِكَ" اپنی آیت کی طرف اور اس کی حقیقت کی طرف راجع ہوتا

ہے جو اس میں بیان کی گئی نہ کہ اس سے قبل کی آیت کریمہ کی طرف جس میں ایک دوسری بات/حقیقت بیان کی گئی ہے اور جو اسی میں مکمل اور ختم ہوگئی ہے۔ فعل کے اعتبار سے غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں آیاتِ کریمہ میں دو قسم کے فعل استعمال کیے گئے ہیں: اول وہ فعل جن کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے یا ان کی نسبت اس کی طرف کسی طرح سے کی گئی ہے۔ دوم وہ فعل جس کے فاعل انسان ہیں اور وہ صرف ایک فقرہ "لایزالون مختلفین" میں پایا جاتا ہے۔ باقی افعال "شاء"، "جعل"، "رحم"، "خلق"، "تمت"، اور "لاملئن" سب کے سب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔ اس اعتبار سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ "خلق" کا تعلق "رحم" سے ہے نہ کہ "لایزالون مختلفین" سے پھر معنوی لحاظ سے دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ ان تمام افعال میں اختلاف کرنا انسانوں کا فعل ہے نہ کہ اللہ کا۔ اللہ تعالیٰ نے اختلاف کرنے کی نسبت انسانوں کی طرف کرکے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ اس کا تعلق انسانوں کے ارادہ و اختیار سے ہے لہٰذا اس کی طرف اللہ تعالیٰ کے فعلِ تخلیق کی نسبت کیسے کی جاسکتی ہے؟ اب رہا "ذالک" کے حرفِ اشارۂ بعید ہونے کا مسئلہ تو وہ ویسا ہی ہے جیسا "الم ذالک الکتاب لاریب فیہ" میں ہے۔ زبان و اسلوب کے اعتبار سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ "خلقھم" کا تعلق "رحم ربک" سے ہے یعنی انسانی تخلیق رحمتِ الٰہی کے لیے ہوئی ہے نہ کہ اختلاف کے لیے۔[۳۰]

دلائلِ عقلی کی گواہی

عقلی اعتبار سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و کرم سے نوازنے کے لیے پیدا کیا ہے نہ کہ اختلاف اور اس کے نتیجہ میں عذاب کے لیے۔ جو اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی دونوں رحیمی صفات ۔ الرحمٰن الرحیم ۔ سے اپنے کلام پاک کا آغاز کرتا ہے اور بسملہ اور سورۂ فاتحہ دونوں جگہ دوبارا اپنے نام نامی اور اسم جلالی کے ساتھ "الرحمٰن الرحیم" کی صفات بیان کرکے یہ واضح کرتا ہے کہ وہ اصلاً رحمان و رحیم اور پیکرِ رحم و کرم ہے وہ انسانوں کو اختلاف کے لیے کیونکر پیدا کرسکتا ہے۔ سورۂ فاتحہ میں اس نے اپنی ایک اور صفتِ رحیمی "رب العالمین" (سارے جہانوں کا پالن ہار) بھی اسی کے ساتھ لگائی وہ بھی اس کے رحم و کرم کی ایک عظیم علامت ہے۔ پھر اس نے واضح طور سے یہ بھی فرمادیا کہ "رحمتی وسعت

کل شیء (سورۂ اعراف ۱۵۶ میری رحمت ہر شے پر حاوی ہے) لہٰذا اس کا قہر و جلال اور اس کا عذاب و سزا تو بعد کی بات ہے اور وہ بھی انسانوں کے اعمالِ سیئہ اور اختلاف کا نتیجہ ہے دراصل وہ انسانوں کا خالق اس لیے ہے کہ رحیم و کریم اور مہربان ہے اور ان کو اس نے اسی لیے پیدا کیا ہے کہ ان پر رحم و کرم فرمائے۔ یہ بھی ایک حقیقتِ مسلمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اپنے رحم و کرم سے از خود محروم نہیں کرتا۔ یہ تو ناشکرے اور ناسمجھ انسان ہیں جو اپنی بیوقوفی اور بداعمالی سے اس سے اپنے آپ کو محروم کر لیتے ہیں۔ عقلی طور سے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام (سورۂ آل عمران ۱۹ بیشک دین جو ہے اللہ کے ہاں سو یہی اسلام ہے) اور ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ (سورۂ آل عمران ۸۵: اور جو کوئی چاہے سوا دینِ اسلام کے اور کوئی دین سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا) اور ان جیسی دوسری متعدد آیاتِ کریمہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ تخلیقِ آدم صرف اسلام کے لیے ہوئی ہے، بقیہ غیر اسلامی ادیان کا رواج اور ان کی قبولیت منشائے الٰہی کے خلاف اور اختلافِ انسانی کا نتیجہ ہے۔ اسلام کا مطلب صرف اور صرف رحمتِ الٰہی سے سرفرازی ہے۔ جب انسان کی تخلیق اسلام اور دینِ قیم کے لیے ہوئی ہے تو ظاہر ہے کہ اس کی تخلیق صرف رحمتِ الٰہی کے لیے ہوئی۔ غرض کہ عقلی دلائل اور استدلالات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ تخلیقِ انسانی کی غرض و غایت رحمتِ الٰہی ہے اور ان دلائل کو قرآن و حدیث اور اسلامی اقدار و اصول کی تائید و توثیق حاصل ہے۔ ایک اور اہم عقلی دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ رحمان و رحیم نے اپنی رحمتِ کاملہ کے اظہار کے لیے آخر میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بقول علامہ ندوی مظہرِ رحمت اور بقولِ الٰہی رحمۃ للعلمین بنا کر بھیجا۔ ایسے رحمتِ کامل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی امت جس میں تمام انسان شامل ہیں کیونکر عذاب و اختلاف کے لیے پیدا کی جا سکتی ہے۔ یہ محض جذباتیت یا جذباتی اظہارِ بیان نہیں بلکہ اس کو قرآن و حدیث اور اسلامی روح کی تقویت و تائید حاصل ہے[۱]۔

تعلیقات و حواشی

[۱] مثلاً سورۂ غافر ۵۷ کی آیت کریمہ ہے۔ لخلق السمٰوٰت والارض اکبر من خلق الناس ولکن اکثر الناس لایعلمون (آسمانوں اور زمین کی تخلیق انسانوں کی تخلیق سے زیادہ بڑی اور بھاری ہے

لیکن اکثر انسان نہیں سمجھتے)

بعض دوسری آیاتِ کریمہ سے بھی اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے جیسے سورہ یٰسٓ ۸۱، فصلت ۲، احقاف ۳۳

۲؎ سورۂ غافر ۶۷ میں ہے: ھوالذی خلقکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ وہی (اللہ) ہے جس نے تم کو مٹی سے تخلیق کیا، پھر نطفہ سے پھر جمے ہوئے خون سے۔

سورۂ زمر ۶ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: یخلقکم فی بطون امہاتکم خلقا من بعد خلق فی ظلمات ثلاث (وہ تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تخلیق کرتا ہے، ایک خلق/تخلیق کے بعد دوسری تخلیق میں تین اندھیروں کے اندر۔

انسان کی تخلیقی مادہ وغیرہ کے لیے مزید آیاتِ مقدسہ ملاحظہ ہوں جیسے سورۂ رحمٰن ۱۴، قیامہ ۳۸ اعلیٰ ۲، علق ۲ نیز اسراء ۶۱، اعراف ۱۲، ص ۷۶، حجر ۳۳، کہف ۳۷، نساء ۱ اور انعام وغیرہ۔

۳؎ ابن کثیر (اسمعیل بن عمر = ابوالفداء ۷۰۱-۷۷۳ھ/۱۳۰۱-۱۳۷۳ء)، تفسیر القرآن العظیم، عیسی البابی قاہرہ (غیر مورخہ) چہارم ص ۲۳۸، آیتِ کریمہ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ "میں نے ان کو پیدا کیا تاکہ ان کو اپنی عبادت کا حکم دوں نہ کہ اپنی محتاجی/احتیاج کے سبب پیدا کیا۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ان کی تخلیق اس لیے ہوئی کہ میری عبادت کا بخوشی یا بکراہت اقرار کریں۔ یہی طبری کا خیال ہے۔ ابن جریج نے معرفتِ الٰہی کا حصول بتایا ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی شیخ الہند محمود حسن کے ترجمۂ قرآن و تفسیر "موضح فرقان" کے اپنے تفسیری اضافوں میں فرماتے ہیں کہ "آفرینشِ عالم کا تشریعی مقصد عبادت ہے" اور پھر سورۂ ذاریات کی اسی آیتِ کریمہ کو نقل کرتے ہیں۔

شیخ الہند محمود حسن (۱۲۶۸-۱۳۳۹ھ/۱۸۵۱-۱۹۲۰ء) اور مولانا شبیر احمد عثمانی (۱۳۰۵-۱۳۶۹ھ/۱۸۸۷-۱۹۴۹ء)

۴؎ سورۂ اسراء ۴۴ میں ارشادِ الٰہی ہے: تسبح لہ السمٰوٰت السبع والارض ومن فیہن ط وان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم ط انہ کان حلیما غفورا ○ (ساتوں آسمان اور زمین اور ان کے تمام جاندار و بے جان چیزیں اسی کی تسبیح بیان کرتی ہیں اور کوئی شے ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہیں کرتی لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ بیشک وہ متحمل اور مغفرت کرنے والا ہے)

یہی ارشادِ ربانی سورۂ نور ۴۱ میں اس طرح ہے: الم تر ان اللہ یسبح لہ من فی السمٰوٰت والارض والطیر صٰفّٰت ط کل قد علم صلاتہ وتسبیحہ ط واللہ

علیم بما یفعلون ○ (کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں اور پر پھیلانے والی چڑیاں بھی اللہ کی تسبیح کرتی ہیں۔ ہر ایک نے اپنی نماز اور تسبیح جان لی ہے۔ اور اللہ ان سب چیزوں کو جاننے والا ہے جو وہ کرتے ہیں)۔

۵ جن مفسرین کرام نے عبادتِ الٰہی کو تشریعی مقصدِ الٰہی انسانی تخلیق کا قرار دیا ہے وہ دراصل اسی پہلو پر زور دیتے ہیں۔ لیکن اس میں تکوینی لحاظ سے رحمتِ الٰہی کا مقصد بھی بطور سے شامل ہے۔

۶ امام محمد بن جریر طبری (۲۲۴-۳۱ھ / ۸۳۸-۹۲۳ء) جامع البیان عن تاویل آی القرآن (تفسیر) مرتبہ محمود محمد شاکر دار المعارف قاہرہ ۱۹۶۸ء جلد ۱۵، صد ۶-۵۲۵۔ صد ۵۲۷ پر امام طبری اپنی رائے یا قول مختار کا ذکر یوں کرتے ہیں کہ "ان دونوں اقوال میں صواب کے قریب ان لوگوں کا قول ہے جو یہ کہتے ہیں کہ شقاوت و سعادت کے ذریعہ اختلاف کے لیے ان کو پیدا کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے دو قسموں کا ذکر کیا ہے: ان میں سے ایک اہلِ اختلاف و باطل ہیں اور دوسرے اہلِ حق ہیں۔ پھر اس کے بعد فرمایا: ولذلك خلقهم لہٰذا اپنے اس قول میں دونوں قسموں کو شامل کر لیا اور یہ خبر دی کہ ان دونوں میں سے ہر فریق کو اپنی وجہ تخلیق اور مقصدِ پیدائش کے لیے آسانی پیدا کر دی گئی ہے۔

نیز ملاحظہ ہو ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، دار احیاء الکتب العربیۃ قاہرہ، غیر مورخہ، دوم صد ۴۶۵۔

مگر الفراء (ابو زکریا یحییٰ بن زیاد الفراء م ۲۰۷ھ)، معانی القرآن، عالم الکتب بیروت ۱۹۸۳ء، دوم صد ۳۱ میں سعادت و شقاوت اور اختلاف و رحمت دونوں کے لیے مذکور ہے۔

۷ ابن کثیر، تفسیر، دوم صد ۴۶۵

۸ مثلاً ملاحظہ ہو تفسیر ماثور کی اہم کتب جیسے ابو اللیث سمرقندی (م ۳۸۵ھ / ۹۹۵ء) کی تفسیر بحر العلوم مخطوط دار الکتب مصریہ ۳۰، ابو اسحاق ثعلبی (م ۴۲۷ھ / ۱۰۳۵ء) کی تفسیر الکشف والبیان عن تفسیر القرآن مخطوط مکتبہ ازہر (۱۳۶) ۵۵۶۱۔ ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی (م ۵۱۰ھ / ۱۱۱۶ء) کی تفسیر معالم التنزیل مطبع حیدری بمبئی ۱۲۹۳ھ ابو محمد عبد الحق بن غالب ابن عطیہ (م ۵۴۶ھ / ۱۱۵۱ء) کی المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز مخطوط دار الکتب ۳۵۶ ابو زید عبد الرحمٰن بن محمد ثعالبی (م ۸۷۶ھ / ۱۴۷۱ء) کی الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن، الجزائر ۱۳۲۳ھ۔

جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء) کی الدر المنثور فی التفسیر الماثور، مکتبہ اسلامیہ و مکتبہ جعفریہ طہران، (غیر مورخہ)

۹ زمخشری (محمود بن عمر م ۵۳۸ھ / ۱۱۴۳ء) الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل وعیون الاقاویل، مرتبہ مصطفیٰ حسین احمد، المکتبۃ التجاریۃ، مطبعۃ الاستقامہ۔ قاہرہ ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۳ء، دوم صد ۳۴۲

۱۰ ابن العربی (ابو بکر محمد بن عبد اللہ ۴۶۸-۵۴۳ھ / ۱۰۷۵-۱۱۴۸ء) احکام القرآن، مرتبہ علی محمد البجاوی، دار احیاء الکتب العربیۃ قاہرہ ۱۹۵۸ء، سوم صد ۱۰۵۹-۶۰۔ مزید تصریح کرتے ہیں کہ یہ قول ان لوگوں کا ہے جنھوں

نے آیتِ کریمہ کا فہم حاصل کر لیا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس کی تلاوت کے بعد فرمایا:
"اس نے اپنی رحمت کے اہل لوگوں کو پیدا کیا تاکہ وہ اختلاف نہ کریں اور اسی جیسی روایت طاؤس رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے ...."

ابنِ عربی (محی الدین ۶۳۸-۵۶۰ھ / ۱۲۴۰-۱۱۶۵ء) تفسیر الشیخ الاکبر، مطبعہ میمنیہ، مصطفیٰ البابی قاہرہ، غیر مورخہ اول ص ۱۵۵ "ولذالک الاختلاف خلقہم"۔

نسفی (ابو البرکات عبد اللہ بن احمد ۷۰۱ھ / ۱۳۰۱ء) تفسیر النسفی، عیسیٰ البابی الحلبی، قاہرہ غیر مورخہ دوم ص ۲۰۹ ولذالک خلقہم ای ولما ھم علیہ من الاختلاف فعندنا خلقہم للذی علم انہم سیصیرون الیہ من اختلاف او اتفاق، ولم یخلقہم لغیر الذی علم انہم سیصیرون الیہ۔ کذا فی شرح التاویلات۔ تفسیر نسفی کا اصل عنوان مدارک التنزیل وحقائق التاویل ہے۔

قرطبی (ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری ۶۷۱-۱۳۶۹ء) "الجامع لاحکام القرآن، مرتبہ ابو اسحاق ابراہیم الطفیش، نہم ص ۱۱۵۔

رازی (فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر ۶۰۶-۵۴۴ھ / ۱۲۰۹-۱۱۴۹ء) "التفسیر الکبیر طبعہ اولیٰ (بلا مقام و تاریخ) جلد ۱۸، ص ۹-۷۸۔

ابو السعود محمد بن محمد العادی (م ۹۵۱ھ / ۱۵۴۴ء)، تفسیر ابی السعود (ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم) دار احیاء التراث العربی بیروت (غیر مورخہ) چہارم ص ۲۴۸

بقاعی (ابو الحسن ابراہیم بن عمر ۸۵-۸۰۹ھ / ۸۰-۱۴۰۶ء)، نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور، مطبعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ۱۹۷۵ء، نہم ص ۲-۴۰۱۔

یہاں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ ہود ۱۱۹ کے آخری جملہ "وتمت کلمۃ ربک ..." الخ کے اندر مضمر معنی و مصداق کی طرف توجہ دلا دی جائے۔ اول یہ کہ یہ کلمہ ربانی اس وقت کہا گیا تھا جب شیطان ابلیس نے نہ صرف سجدۂ آدم کے لیے امرِ الٰہی سے روگردانی کی تھی بلکہ تکبر و نخوت سے بندگانِ الٰہی کو راہِ حق سے گمراہ کرنے کی کوشش کرنے کی تا قیامِ قیامت جسارتِ بیجا بھی کی تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ تجھ کو اور تیرے پیروؤں کو جہنم سے بھر دوں گا ملاحظہ ہو: سورۂ اعراف ۱۸ اور سورۂ ص ۸۵ اور ان دونوں کے لیے ہی سورۂ ہود ۱۱۹ اور سورۂ سجدہ ۱۳ کی کل دو مزید آیات آئی ہیں۔ دوم یہ کہ عذاب اختلاف کرنے یا ہدایت بھلانے کے سبب کیا جائے گا۔ سوم یہ کہ صرف انسانوں اور جنوں کے ایک طبقہ پر ہوگا کیونکہ من سے اس کی تحدید کی گئی ہے اور چہارم یہ کہ صرف ابلیس کے پیروؤں کے لیے ہے، پوری نوعِ انسانی کے لیے نہیں ہے۔

۱۲ھ معتزلی عقیدۂ اختیار کے لیے ملاحظہ ہو: شہرستانی (محمد بن عبدالکریم م ۵۴۸ھ/۱۱۵۳ء) کتاب الملل والنحل، مرتبہ محمد بن فتح اللہ بدران، مطبعۃ الازہر قاہرہ ۱۳۲۸ھ، اول ص ۶۳-۶۲ معتزلہ کے تمام گروہوں کا اتفاق ہے کہ بندہ اپنے تمام افعال، اچھے برے کا خالق ہے۔ نظریۂ عدل پر بحث بھی ملاحظہ ہو۔ سید قطب شہید، ظلال القرآن، دار الشروق بیروت ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء، ص ۱۲ ص ۱۹۳۳۔

جدید عربی تفاسیر میں علامہ رشید رضا (م ۱۳۵۴ھ) تفسیر المنار، مطبعۃ المنار قاہرہ ۱۳۵۳ھ، جلد ۱۲ ص ۲۹-۲۴۸ پر اگرچہ تخلیق کے مقصد سے بحث نہیں کی ہے تاہم سارا زور ان کا بھی اختلاف فی الدین پر ہے۔

احمد مصطفیٰ مراغی، تفسیر المراغی، مطبعۃ مصطفیٰ البابی قاہرہ ۱۳۵۳ھ، دوازدہم جلد ۱۲ ص ۹-۹۸

ای ولمشیئۃ تعلق فیہم الاختلاف، والتفرق فی علومہم ومعارفہم وآرائہم، وما یتبع ذلک من الارادۃ والاختیار فی الاعمال — خلقہم.....

محمد البہی، التفسیر الموضوعی للقرآن الکریم، مکتبہ وہبہ قاہرہ ۱۹۷۶ء، جلد ۱۱، ص ۹۳-۹۱، محمد محمد حمزہ، حسن علوان اور محمد احمد برانق، تفسیر القرآن الکریم، دار المعارف قاہرہ ۱۹۶۲ء، جلد ۱۲، ص ۹۰-۸۹

محمد جمال الدین القاسمی (۱۳۳۲-۱۳۸۳ھ/۱۹۱۴-۱۸۶۶ء) تفسیر القاسمی، دار احیاء الکتب العربیہ قاہرہ ۱۹۵۸ء نجم ص ۳۴۹۸ نے اختلاف کے قول کو اظہر (غالب ترین) کہا ہے۔

۱۳ھ شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۴-۱۱۷۶ھ/۱۷۰۳-۶۲ء) قرآن مجید مترجم فارسی، رفیع الرحمٰن، تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور (غیر مورخہ) ص ۲۸۳ و ۲۸۴

۱۴ھ شبیر احمد عثمانی، قرآن مجید اردو ترجمہ دار التصنیف لمیٹڈ کراچی ۱۹۷۵ء ص ۳۰۲ ف ۱-۳

۱۵ھ سید ابو الاعلیٰ مودودی (۱۳۲۱-۱۴۰۰ھ/۱۹۰۳-۷۹ء) تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۱۹۸۳ء دوم ص ۴۶۳-۴۶۲ حاشیہ ۱۱۲

۱۶ھ امین احسن اصلاحی (ولادت ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۶ء) تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۸۵ء چہارم ص ۱۶۹ اور ص ۸-۱۷۷، اشرف علی تھانوی (۱۲۸۰-۱۳۶۲ھ/۱۸۶۳-۱۹۴۳ء) بیان القرآن، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند (غیر مورخہ) پنجم ص ۶۵ حاشیہ پر ولذلک خلقہم کی مزید تشریح یوں فرماتے ہیں کہ "روح میں ہے کہ اس اختلاف کے لیے ان کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ اس کے جمال یعنی لطف اور اس کے جلال یعنی قہر کے مظاہر ہوں۔" پھر تبصرہ کرتے ہیں کہ یہ بات سورہ ذاریات کے منافی نہیں کہ ایک غایۃ تکوینیہ ہے ایک غایۃ تشریعیہ۔" مولانا تھانوی کی تفسیر سب سے پہلے ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء میں دہلی سے پھر اضافہ کے بعد ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء "تھانہ بھون" سے شائع ہوئی۔

عبد الماجد دریابادی (۱۳۱۰-۹۸ھ/۱۸۹۲-۱۹۷۷ء) تفسیر ماجدی، تاج کمپنی لاہور ۱۹۵۲ء، سوم ص ۲۸۲ حاشیہ ۱۶۸..... لذلک خلقہم۔ یہاں یہ بتا دیا کہ انسان کی خلقت ہی ایسی رکھ دی گئی ہے کہ اہل حق کے مقابلے میں اہل ضلال برابر پیدا ہوتے رہیں اور رسول اللہ صلعم کو سمجھا دیا گیا کہ آپ اس پر

زیادہ غم و حیرت نہ کریں۔ یہ بیان انسان کی غایت تکوینی کا ہوا اس لیے اس میں اور اس غایت تشریعی کے درمیان کوئی تناقض نہیں جہاں یہ بیان ہوا ہے کہ انسان و جنات کی غایت آفرینش عبادت الٰہی ہے۔"

محمد شفیع (۱۳۱۴-۱۳۹۶ھ/۱۸۹۶-۱۹۷۵ء) معارف القرآن، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند سہ (غیر مورخہ) چہارم ص ۶۷۵

ابوالکلام آزاد (۱۳۰۵-۱۳۷۷ھ/۱۸۸۸-۱۹۵۸ء) ترجمان القرآن، ساہتیہ اکادیمی نئی دہلی ۱۹۸۰ء، سوم ط ۸-۶۷۹

ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری (۱۲۸۷-۱۳۶۷ھ/۱۸۶۸-۱۹۴۸ء) تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن، مطبع دیر ہند امرتسر ۱۳۲۷ھ ص ۲۱۶ (ای اعطاهم الاختیار فی الافعال الاختیاریة ولم یجبرهم..... سید قطب فی ظلال القرآن م ۱۲، ص ۱۹۳۳۔

۱۷ھ قاضی بیضاوی (عبداللہ بن عمر م ۶۹۱ھ/۱۲۹۱ء) تفسیر، مطبوعہ عثمانیہ استانبول ۱۳۰۵ھ، ص ۳۰۸ (انوار التنزیل واسرار التاویل نام ہے) التفسیر الکبیر، طبعہ اولیٰ۔ (غیر مقام و مورخہ)

۱۸ھ بغوی، معالم التنزیل، مطبع حیدری بمبئی ۱۲۹۵ھ، ص ۳۵۵۔ قرطبی، تفسیر، نہم ص ۱۱۵۔

ابن کثیر، تفسیر، دوم ص ۴۶۵ نے یہ روایت "قیل" کے لفظ کے ساتھ بلا سند نقل کی ہے، رازی، تفسیر، جلد ۱۸، ص ۹-۷۸۔ جلال الدین سیوطی و محلی، تفسیر جلالین؛ اصح المطابع دہلی ۱۳۷۶ھ، ص ۱۸۹

قاضی ثناء اللہ عثمانی (۱۲۲۵-۱۲۹۳ھ/۱۸۱۰-۱۸۷۳ء) التفسیر المظہری، حیدر پریس، بلیماران دہلی غیر مورخہ، پنجم ص ۶۷۔

۱۹ھ ان حضرات تابعین کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کرنی ضروری ہیں جو ان کے اقوال و نظریات کا علمی پس منظر فراہم کرتی ہیں۔

حضرت مجاہد (ابوالحجاج مجاہد بن جبر مکی) مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور وہاں کے اساتذہ سے تعلیم پائی۔ بعد میں وہ حضرت عبداللہ بن عباس کے عظیم ترین اور قریب ترین شاگرد بنے۔ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھی شاگرد رہے تھے۔ دوسرے صحابہ میں حضرات ابی بن کعب اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی علم تفسیر حاصل کیا تھا اہل علم کے نزدیک وہ ثقہ مفسر راوی ہیں۔ امام شافعی اور امام بخاری کے علاوہ سفیان ثوری اور صحاح ستہ کے جامعین نے ان سے روایات لی ہیں۔

حضرت عکرمہ (ابوعبداللہ عکرمہ بربری مدنی) حضرت عبداللہ بن عباس کے مولیٰ اور شاگرد رشید تھے۔ وہ متعدد صحابہ کے بھی شاگرد رہے تھے جیسے حضرات علی، ابوہریرہ۔

اگرچہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر کئی علماء نے نقد کیا لیکن وہ صحیح نہیں ہے۔ وہ قابل اعتماد اور ثقہ تھے۔ امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، بخاری، علی، نسائی، مروزی وغیرہ متعدد علماء حدیث و روایت نے ان سے روایت لی ہیں اور بحیثیت مفسر قرآن ان کی فضیلت کا اعتراف کیا ہے۔

حضرت طاؤس (ابوعبدالرحمٰن طاؤس بن کیسان یمانی جمیری) نے کم از کم پچاس صحابہ کرام سے علم حاصل کیا تھا۔ ان میں عبادلہ اربعہ ـــــ حضرات ابن عباس، ابن عمر، ابن عمرو بن عاص اور ابن مسعود جیسے عظیم صحابہ شامل تھے۔ وہ اپنے عہد کے عظیم ترین مفسرین قرآن میں تھے۔

تمام علماء و محدثین اور مفسرین نے ان کی توثیق کی ہے اور ان سے روایات لی ہیں۔

حضرت قتادہ (بن دعامہ سروسی بصری) مادرزاد نابینا عالم و مفسر تھے۔ متعدد صحابہ کرام سے علم حاصل کیا ان میں شامل تھے: حضرات انس بن مالک، ابوالطفیل وغیرہ۔ ان کے تابعی شیوخ میں ابن سیرین، عکرمہ اور عطاء بن رباح وغیرہ کے نام آتے ہیں۔ ان میں حضرت سعید بن مسیب بہت اہم تھے وہ حضرت حسن بصری کے بھی شاگرد تھے۔

وہ ثقہ اور قابل اعتماد راوی تھے۔ تمام اکابر محدثین نے ان کی روایات سے سند لی ہے۔

حضرت ضحاک بن مزاحم ہلالی بلخی خراسانی حضرات صحابہ کرام جیسے ابن عمر، ابن عباس اور ابوہریرہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں لیکن روایات کا اتفاق ہے کہ وہ براہ راست صحابہ سے روایت کرنے والے نہیں تھے۔ وہ مشہور مفسر بھی تھے اور قابل اعتماد راوی بھی۔

ان تمام بزرگوں کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تفسیری آراء صحابہ کرام اور تابعین عظام کے گوناگوں طبقات سے مستفاد و ماخوذ تھیں اور امکان قوی ہے کہ ان کے شیوخ کی بھی یہی آراء اس تفسیر کے بارے میں ہوں۔ ملاحظہ ہو: ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر، بیروت ۱۹۵۷ء کی مختلف جلدوں میں ان کے تراجم۔

فواد سزگین، تاریخ التراث العربی عربی ترجمہ محمود فہمی حجازی، جامعۃ الامام محمد بن سعود ریاض ۱۹۸۳ء اول ص ۶۳-۶۷ و مابعد۔

ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، طبع ہند ۱۳۲۵ھ، میں ان کے تراجم مختلف جلدوں میں۔

محمد حسین ذہبی، التفسیر والمفسرون، دارالکتب الحدیثیہ قاہرہ ۱۹۶۲ء تین جلدوں میں متعلقہ مفسرین کے تراجم۔

۵۔۲ حضرت سفیان ثوری (ابوعبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق ثوری کوفی) دوسری/آٹھویں صدی کے عظیم عالم، مفسر، محدث اور فقیہ تھے۔ وہ مشہور محدث مسروق کے فرزند تھے اور ابتدائی تعلیم انھیں سے حاصل کی۔ وہ قرآن مجید کے اولین مفسروں میں سے ایک تھے جنھوں نے اس فن پر ایک مکمل کتاب لکھی تھی۔

ملاحظہ ہو: امام ذہبی، تذکرۃ الحفاظ اور دوسری کتب اسماء رجال میں ان کا سوانحی خاکہ خاص کر ملاحظہ ہو۔

تفسیر سفیان ثوری پر مرتب مولانا امتیاز علی خاں عرشی کا مقدمہ ص ۳-۸

اردو دائرۂ معارف اسلامیہ دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۷۵ء (سفیان الثوری)

۲۱ھ طبری۔ تفسیر، جلد ۱۵ ص ۵۳۶ سفیان ثوری (۱۶۱-۹۷ھ / ۷۸-۷۱۶ء) تفسیر القرآن الکریم۔ مرتبہ امتیاز علی عرشی، ہندوستان پرنٹنگ پریس رامپور ۱۹۶۵ء۔ ص ۹۴

۲۲ھ ابن کثیر، تفسیر دوم ص ۱۹۵۔

۲۳ھ ابن قتیبہ (ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ (۲۱۳-۷۶ھ / ۸۲۸-۸۹ء) تاویل مشکل القرآن، مرتبہ السید احمد صقر دار احیاء الکتب العربیۃ قاہرہ ۱۹۷۴ء، ص ۲۱۱

جصاص (ابو بکر احمد بن علی الرازی ۳۷۰-۳۰۵ھ / ۹۸۰-۹۱۷ء) احکام القرآن، مرتبہ عبدالرحمٰن محمد، مطبعہ بہیہ قاہرہ ۱۳۴۷ھ، سوم ص ۲۰۵۔ کلام عرب ہے: "اکرمتک علی برک ولیرک بی"

رازی۔ تفسیر، جلد ۱۸، ص ۷۸

مہائمی (علی بن احمد ۸۳۵-۷۷۶ھ / ۱۴۳۲-۱۳۷۴ء) تبصیر الرحمٰن وتیسیر المنان، عالم الکتاب بیروت ۱۹۸۳ء، ۲۲۵ اول

شوکانی (محمد بن علی م ۱۲۵۰ھ) فتح القدیر، دار الفکر بیروت ۱۹۸۳ء، دوم۔ ص ۵۳۴-۵۳۲ ان کے ہاں تینوں اقوال موجود ہیں۔

۲۴ھ سید سلیمان ندوی (۱۳۷۳-۱۳۰۲ھ / ۱۹۵۳-۱۸۸۴ء) سیرت النبی، دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۸۳ء، چہارم ص ۷۶۹-۷۶۴۔ علامہ مرحوم کی پوری دو بحثیں جو جنت وجہنم سے متعلق ہیں اس موضوع پر بے مثال تحقیقات پیش کرتی ہیں۔ ان کا مطالعہ زیر بحث مسئلہ کے دوسرے مخفی گوشے بھی روشنی میں لاتا ہے۔ ملاحظہ ہو چہارم ص ۸۵۶-۸۳۶

یہاں یہ تصریح ضروری معلوم ہوتی ہے کہ جدید عہد کے شارحین میں مفسر واحد کہنے کا تعلق ہمارے محدود مطالعہ سے ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کسی اور مفسر نے بھی یہ نقطۂ نظر اپنایا ہو لیکن ان کی تفسیر یا تحریر تک ہماری رسائی اپنی نارسائی کے سبب نہ ہوسکی۔

علامہ عبداللہ یوسف علی۔ دی ہولی قرآن، اماننہ کارپوریشن برنٹ وڈ، میری لینڈ، یو ایس اے ص ۵۴۲ حاشیہ ۱۶۲۲

...."The object of their creation was to raise them up spiritully by Allah's grace ...."

۲۵ھ اس کا ایک اہم اشارہ سورۂ البلد ۱۰ کی آیت کریمہ میں موجود ہے: وھدینٰہ النجدین (اور ہم نے اس کو دونوں راستے دکھا دئے) مولانا شبیر احمد عثمانی اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں: "یعنی خیر و شر دونوں کی راہیں بتلا دیں اور یہ بتلانا اجمالی طور پر عقل و فطرت سے ہوا اور تفصیلی طور پر انبیاء و رسل کی زبان سے"

سورۂ الشمس کی آیات کریمہ ۷-۱۰ میں بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے ونفس وما سوّٰھا فالھمھا فجورھا وتقوٰھا قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا اور (قسم) نفس کی اور جیسا اس کو ٹھیک بنایا، پھر سمجھ دی اس کو گناہ اور تقویٰ کی۔ بلاشبہ مراد کو پہونچا جس نے اس کو سنوار لیا اور نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں ملا چھوڑا۔ مولانا عثمانی نے ان کی بھی وہی تفسیر کی ہے اور مزید یہ کہا ہے کہ "کسب خیر و شر کا خالق اللہ اور اس کا سبب بندہ ہے۔"

۲۶؎ ابن کثیر، تفسیر، سوم ص ۴۳۲-۳ مولانا عثمانی، تفسیر موضح فرقان، ص ۵۲۸ ف ۶-۵ نیز ملاحظہ ہو حاشیہ ۲۵

نیز ملاحظہ ہو: سورۂ یونس ع ۱۹ کی تفسیر میں تمام مذکورہ بالا مفسرین کی تشریحات و تعبیرات۔ اس نکتہ کی طرف مزید توجہ دلانے کے لیے میں اپنے دوست کرم فرما مولانا مسعود عالم قاسمی صاحب ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا انتہائی ممنون ہوں۔

اختیاری اختلاف انسان کے سلسلے میں آیات کریمہ ملاحظہ ہوں جیسے سورۂ بقرہ ع ۲۱۳، ۲۵۳ آل عمران ع ۱۹، ۱۰۵، یونس ع ۹۳، نحل ع ۶۴، حاشیہ ۱۷، نیز سورۂ بقرہ ع ۱۱۳، آل عمران ع ۵۵، مائدہ ع ۴۸ انعام ع ۱۶۴، نحل ع ۳۹، ۹۲، ۱۲۴، حج ع ۶۹، زخرف ع ۶۳ وغیرہ۔

۲۷؎ ابن کثیر، تفسیر، سوم ص ۴۳۲-۳ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ..." اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنی معرفت اور توحید پر پیدا کیا ہے..." اور اس سے قبل یہ تصریح کی ہے کہ "...اپنی فطرت سلیمہ کو پکڑے رہیے جس پر اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے..." اس کے بعد متعدد احادیث بیان کی ہیں جن میں سے صرف بعض کا اوپر حوالہ دیا جا سکا ہے۔

مولانا عثمانی ص ۵۲۸، ف ۶ لکھتے ہیں کہ "... اللہ نے جس فطرت پر پیدا کیا اس کو تم اپنے اختیار سے بدل کر خراب کرو۔"

سید مودودی، تفہیم القرآن، سوم ص ۵۲۷-۸ حاشیہ ۴۵ ..." تمام انسان اس فطرت پر پیدا کیے گئے ہیں کہ ان کا کوئی خالق اور کوئی رب اور کوئی معبود اور مطاع حقیقی ایک اللہ کے سوا نہیں ہے۔ اسی فطرت پر تم کو قائم ہو جانا چاہیے۔ اگر خود مختاری کا رویہ اختیار کرو گے تب بھی اپنی فطرت کے خلاف چلو گے اور اگر بندگی غیر کا طوق اپنے گلے میں ڈالو گے تب بھی اپنی فطرت کے خلاف کام کرو گے..." نیز حاشیہ ۴۶-۷

امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ششم ص ۹۴-۵ "...ہر طرف سے کٹ کر اس دین فطرت کی پیروی کرو جس پر فاطر فطرت نے لوگوں کو پیدا کیا ہے..." یہی مفہوم و استدلال تمام دوسرے مفسرین کے ہاں ملتا ہے۔

۲۸؎ اس بحث پر ابن کثیر، تفسیر، سوم ص ۴۳۲-۳ کی روایات و تشریحات کافی روشنی ڈالتے ہیں مگر اس سے زیادہ سوم ص ۳۲-۴۸ میں اس موضوع پر مفصل بحث ہے، جو سورۂ اسراء ع ۱۵ کی تفسیر میں آئی ہے۔ حافظ

ابن کثیر نے بلوغت سے قبل یا بچپن میں اولاد مشرکین کے مرجانے کے بارے میں علماء امت کے اختلاف کا ذکر کرکے ان کو تین گروہوں میں تقسیم کیا ہے: اول وہ جنت میں ہوں گے اور اس کے قائل علماء نے حضرت سمرہ اور حضرت خنساء کی روایات سے استدلال کیا ہے۔ دوم، وہ اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ جہنم میں ہوں گے ان کا استدلال حضرت عائشہؓ کی ایک روایت سے ہے۔ سوم ان کے بارے میں توقف کیا جائے یعنی کچھ نہ کہا جائے کیونکہ حدیث نبوی کے مطابق اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے کہ وہ کیا عمل کرنے والے تھے۔ اس مفہوم کی احادیث حضرات ابن عباس اور ابوہریرہ سے مروی ہیں۔ حافظ ابن کثیر نے اس باب میں کل دس احادیث نقل کی ہیں اور ان کی بنا پر سہ گانہ تقسیم کی ہے۔ بہرحال زیادہ تر احادیث اول طبقہ علماء کے عقیدہ کی تائید کرتی ہیں۔

نیز ملاحظہ ہو: سید مودودی، تفہیم القرآن، سوم ص ۵۲-۷۳ حاشیہ ۴۵

۲۹ ابن کثیر، تفسیر، سوم ص ۳۲-۳۸۔ نیز ملاحظہ ہو مذکورہ بالا آیات کریمہ کی تفاسیر و تشریحات تمام قدیم و جدید مفسرین کے ہاں جو اسی حقیقت کی تائید کرتے ہیں۔

۳۰ قاضی بیضاوی اور امام بغوی نے اس کی طرف کچھ اشارات کیے ہیں لیکن وہ مبہم ہیں۔ خاکسار کو اس بحث پر اصرار ہے کہ آیت کریمہ کا لسانی اور اسلوبی دروبست اسی کا تقاضا کرتا ہے کہ "خلق" کو "رحم" سے متعلق ماننا ہی صحیح ہے، اختلاف سے اس کا تعلق کسی طرح نہیں بنتا۔

۳۱ مذکورہ بالا آیات کریمہ کی قدیم و جدید تفاسیر ملاحظہ ہوں۔ نیز سید سلیمان ندوی، سیرت النبی جلد چہارم کی مذکورہ بالا بحث۔ نیز اس کا باب برقضا و قدر الٰہی کا نتیجہ بتایا گیا ہے اور تقدیر الٰہی بقول علامہ ندوی "..... جس کو لوگ قانون قدرت کہتے ہیں اور جس پر دنیا چل رہی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کائنات کے ہر حصہ اور ہر پہلو کے متعلق اپنے احکام معین فرمادئے ہیں۔ جن کی اطاعت اس پر واجب ہے۔ علیٰ ہذا انسانوں کی ترقی و زوال، موت و حیات بیماری و صحت، دولت و افلاس، آرام و تکلیف، سعادت و شقاوت ہر ایک کے اصول و قواعد مقرر فرمادئے ہیں..." ظاہر ہے کہ رحمت سے سرفرازی اور عذاب و اختلاف کی ابتلا کے بھی اصول و قواعد مقرر ہیں (ص ۶۱۲)

عہد نبوی کے غزوات و سرایا

ڈاکٹر رؤف اقبال صاحبہ نے اس تصنیف میں اسلام کے نظریہ جہاد پر اسلامی موقف کی بے لاگ ترجمانی کی ہے اور اس پر کیے جانے والے اعتراضات کا مسکت اور مدلل جواب دیا ہے۔

۱۲ فسٹ کی طباعت۔ صفحات ۲۴۷ قیمت ۲۵ روپئے

ملنے کا پتا: ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی۔ پان والی کوٹھی۔ دودھ پور۔ علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲

مستشرقین پر علمائے اسلام کی خدمات کا جائزہ

محمد جرجیس کریمی

یہ ایک اہم موضوع ہے جس پر بیشتر عربی وارد و تصانیف اور اردو رسائل و جرائد میں شائع ہونے والے مقالات کو مرتب نے حروف تہجی کے اعتبار سے یکجا کر دیا ہے۔ اس پر اضافہ کا امکان موجود ہے۔ موجودہ شکل میں بھی اس موضوع پر کام کرنے والوں کے لیے یہ ایک مفید کوشش ثابت ہوگی۔ (ادارہ)

استشراق اور مستشرقین کا موضوع نہایت ہی سنجیدہ موضوع ہے، لیکن اس کی طرف توجہ کم کی گئی ہے۔ علمائے اسلام میں چند ہی نے اس کو اپنی تحقیق کا مستقل موضوع بنایا ہے ورنہ عام طور سے اس کو نظر انداز کر دیا گیا۔ بظاہر اس موضوع پر جتنا کام ہونا چاہیے تھا اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہوا ہے۔

کسی بھی موضوع پر کام کرنے کے لیے سب سے پہلے یہ معلوم کر لینا ضروری ہوتا ہے کہ اس پر باعتبار معیار و مقدار کتنا کام ہو چکا ہے۔ اگر یہ چیز سامنے نہ رہے تو نہ صحیح طور پر کام ہو سکتا ہے اور نہ آسانی کے ساتھ۔ استشراق اور مستشرقین کا موضوع بھی اس کا متقاضی ہے اس کے تحت عربی اور اردو کی ان تمام کتابوں، مقالوں اور مضامین کے حوالے جمع کر دیے گئے ہیں جو راقم کے علم میں آئے اور جو مستشرقین کے تعارف، ان کے خیالات کے تجزیہ تنقید یا ان کی کسی تصنیف کی تردید و جواب میں لکھے گئے ہیں۔

میری اس کوشش کو مکمل اور آخری تو نہیں کہا جا سکتا تاہم اتنا ضرور ہے کہ مجھ جیسے مبتدی کے لیے انشاء اللہ یہ ایک فہرست کا کام دے گی۔ اہل تحقیق و ارباب نظر سے اصلاح کی درخواست ہے۔

عربی کتابیات

کتاب	مصنف	مطبع، سن طباعت
آسیا والسیطرۃ الغربیہ	ک۔م۔ پانیکار ترجمہ: عبدالعزیز توفیق جاوید	مطبوعہ دار المعارف، مصر ۱۹۶۴ء

ابطال الحریۃ فی مصر وامیرکا	محمود فتحی عمر	مطبوعہ مصر
الاخبار السفیۃ فی الحروب الصلیبیہ	سید علی الحریری	مطبوعہ مصر ۱۳۱۷ھ
الادب الجاہلی	الدکتور طٰہٰ حسین	
الاستشراق والمستشرقین	الدکتور مصطفیٰ السباعی	مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت
الاستشراق مالہ وماعلیہ	الدکتور مصطفیٰ السباعی	
الاستشراق والخلیفۃ الفکریۃ للصراع الحضاری	الدکتور محمود حمدی زقزوق	مطبوعہ کتاب الامۃ قطر ۱۴۰۴ھ
الاستشراق فی نطاق العلم وفی نطاق السیاسۃ	عمر فروخ	
الاستشراق والتبشیر	ابراہیم خلیل احمد مصری	
الاستظلاب البارسیۃ	محمد السنوی	مطبوعہ تونس ۱۳۰۹ھ
الاستعمار والاستغلال التخلف	الدکتور جلال یحییٰ	مطبوعہ الدار القومیۃ للطباعۃ النشر اسکندریہ ۱۹۶۵ء
الاسلام والتجدید فی مصر	تشارلز آدمس ترجمہ: عباس محمود العقاد	مطبوعہ مصر ۱۳۵۳ھ ۱۹۳۵ء
الاسلام والمستشرقون	ہاشم زکریا ہاشم	مطبوعہ جمہوریۃ العربیۃ المتحدہ ۱۹۶۵ء
"	الدکتور محمد علوی المالکی الحسنی	
"	محمد الدسوقی	مطبوعہ قاہرہ ۱۹۷۲ء
"	عبد الجلیل شلبی	مطبوعہ قاہرہ ۱۹۷۴ء
الاسلام والرسول فی نظر منصفی الشرق والغرب	احمد بن حجر آل بوطامی	مطبوعہ الثقافہ سالم حسن الانصاری الدوحہ قطر۔ طبع ثالث ۱۳۹۸ھ
الاسلام غداً	الدکتور محمد البہی	
الاسلام فی وجہ التغریب	الاستاذ انور الجندی	
الاسلام فی نظر اعلام الغرب	حسین عبد اللہ کولیام	بحوالہ الاسلام والرسول فی نظر منصفی الشرق والغرب
اظہار الحق	العلامہ رحمت اللہ کیرانوی	الرئاسۃ للعامۃ للادارات البحوث العلمیۃ والافتاء والدعوۃ والارشاد المملکۃ العربیۃ

		السعودیہ سنہ ۱۴۱۰ھ ۱۹۸۹ء تاریخ تصنیف سنہ ۱۲۸۰ھ ۱۸۶۳ء
الاعلام	خیر الدین الزرکلی	مجلد ۱۰ مطبوعہ مطبعۃ کوستانسوباس وشرکاہ
الاعلام من الشرق والغرب	محمد عبد الغنی حسن	مطبوعہ مصر سنہ ۱۹۴۹ء
اثر الحضارۃ العربیۃ فی أوربا	زیغرید ہونکہ	
	ترجمہ: بیضون فاروق ودسوقی کمال	بیروت سنہ ۱۹۶۷ء
	(ب)	
البروق اللامعۃ	العلامہ رحمت اللہ کیرانوی	غیر مطبوعہ
البلاد العربیۃ والدولۃ العثمانیہ	ساطع الحصری	
	(ت)	
تاریخ الاستعمار الانجلیز فی بلاد العرب	امین سعید	مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۶ء
تاریخ الجمعیات السریہ والحرکات الہدامۃ	الاستاذ عبد اللہ عنان	
تاریخ العرب قبل الاسلام	جواد علی	جلد ۷ مطبوعہ بغداد سنہ ۱۹۵۰ء سنہ ۱۹۵۸ء
تاریخ علم الادب عند الافرنج والعرب	رومی الخالدی	مطبوعہ مصر سنہ ۱۹۱۳ء
تاریخ غزوات العرب فی فرنسا والسویسرا والیطالیہ وجزائر البحر المتوسط	شکیب ارسلان	مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۵۲ھ
تاریخ القرآن	ابی عبد اللہ الزنجانی	الناشر منظمۃ الاعلام الاسلامی العلاقات الدولیہ مطبوعہ سپیہر طہران ایران سنہ ۱۴۰۰ھ
التبشیر والاستعمار وصلتہما بالامپریالیہ العالمیہ	ابراہیم خلیل احمد	مطبوعہ مکتبۃ الوعی العربی قاہرہ مصر
التبشیر وسیلہ من وسائل الاستعمار	زکی النقاش	مطبوعہ ط - ا - بیروت
التبشیر والاستعمار	الدکتور عمر فروخ ومصطفی خالدی	
التراث الیونانی فی حضارۃ الاسلامیہ	الدکتور ماکس مایرہوف	مطبوعہ القاہرہ سنہ ۱۹۴۱ء
	ترجمہ: الدکتور عبد الرحمن بدوی	

تفصیل آیات القرآن الکریم	جول لابوم استدراک - ادوارمونشیه ترجمہ : محمد فواد عبدالباقی	دارالکتاب العربی بیروت طبع ثانی ۱۹۶۹ء دیکھئے مقدمۃ الکتاب
تقلیب المطاعن	العلامہ رحمت اللہ کیرانوی	غیر مطبوعہ
	(ج)	
جمعیۃ فی باریس من علماء فرنسا لنشر مخطوطات مکتبۃ باریس الشرقیہ	نجیب العقیقی	مطبوعہ
	(ح)	
حاضر العالم الاسلامی	لوتروپ ستوددارد ترجمہ: عجاج نویہض تعلیق: امیر شکیب ارسلان	مطبوعہ باراول جلد ۲ مصر سنہ ۱۳۴۳ھ باردوم جلد ۳ مصر سنہ ۱۳۵۲ھ
	(د)	
دائرۃ المعارف الاسلامیہ	ترجمہ: محمد ثابت الفندی، احمد الشنتاوی ابراہیم زکی خورشید، عبدالحمید یونس	مطبوعہ مصر سنہ ۱۹۳۳ء سنہ ۱۹۵۷ء
دائرۃ المعارف القرن الرابع عشر (العشرین)	محمد فرید وجدی	مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۵۶ھ سنہ ۱۹۳۷ء
دائرۃ المعارف للشعب ج ۵	الدکتور جمال الدین الرمادی	دار ومطابع الشعب القاہرہ سنہ ۱۹۶۱ء (دیکھئے ج ۵ بحث "المستشرقون")
رسائل الانجلیز علی الاسلام والدعوۃ الی الاسلام	محمد فرید سر توماس آرنولد ترجمہ: الدکتور حسن ابراہیم حسن، الدکتور عبدالمجید عابدین، اسماعیل النحراوی	نوران سنہ ۱۹۱۳ء بحوالہ الاعلام للزرکلی مطبوعہ مکتبۃ النہضۃ المصریۃ سنہ ۱۹۷۰ء

	(ذ)	
ذیل الفاریاق	احمد فارس الشدیاق	للزرکلی بحوالہ الاعلام
	(ر)	
الرد علی الادب الجاہلی	امیر شکیب ارسلان	
الرسول فی کتابات المستشرقین	الاستاذ نذیر حمدان	
رسم المصحف العثمان واوہام المستشرقین فی قرأت القرآن الکریم دوافعہا ودفعہا	عبدالفتاح اسماعیل شلبی	دارالشروق۔ جدہ ۱۴۰۳ھ طبع ثانی۔
	(ز)	
زعماء الاصلاح فی العصر الحدیث	احمد امین	مطبوعہ مصر ۱۹۴۸ء
	(س)	
السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی	الدکتور مصطفےٰ السباعی	
السیف الہندی عن معذرات الکندی	عبداللہ	معذرات الکندی لندن سے ہندوستان بھیجا گیا اس کا جواب ہے
	(ش)	
الشرق الاسلامی فی العصر الحدیث	حسین مؤنس	مطبوعہ مصر ۱۹۳۸ء
الشرق الادب الفرنسی	یوسف داغر	مطبوعہ بیروت
الشعر العربی والشعر الاوربی	بیہال	مطبوعہ پارسوئم یونیس آیرس ۱۹۲۶ء
شمس العرب تستطیع علی الغرب	زیغرید ہونکہ بیضون وفاروق) ودسوقی کمال	بیروت ۱۹۶۴ء
	(ص)	
صور من الاستعمار	متعدد مغربی مصنفین کی تصنیف ترجمہ: یاسر الہباری ومروان الجابر	مطبوعہ بیروت ۱۹۵۴ء

(ع)

علماء المشرقیات فی انجلترا	الدکتور اسحٰق موسیٰ الحسینی	مطبوعہ القدس ۱۹۴۰ء
العلم عند العرب لمترجمیہ الدکتورین	عبدالحلیم النجار و محمد یوسف موسیٰ	مطبوعہ القاہرہ ۱۹۶۲ء
علم الشرق و تاریخ العمران	جویدی	
عن تاریخ الحرکات الفکریہ	ہنذی جوزی	مطبوعہ القدس ۱۹۲۸ء
معنی الاسلام		

(غ)

الغارۃ علی العالم الاسلامی	ا۔ ل ساتیلیہ	طبع المطبعۃ السلفیۃ
	تلخیص و ترجمہ (عربی) محب الدین الخطیب	القاہرہ ۱۳۵۸ھ
	مساعد الیافی	
الغرب والشرق الاوسط	برنارد لوئیس	مطبوعہ ۱۹۶۵ء
	تعریب الدکتور نبیل صبحی	
الغزو الفکری والتیارات	الشیخ احمد شبیر	مطبوعہ الریاض بالسعودیہ
المعادیۃ للاسلام		

(ف)

الفکر الاسلامی الحدیث	الدکتور محمد البہی	مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۷۰ء
وصلتہ بالاستعمار الغربی		ومکتبہ وہبہ ۴ شارع الجمہوریۃ
		بعابدین ۱۳۹۵ھ ۱۹۷۵ء طبع ثانی
فلسفہ الاستشراق	الدکتور احمد سامی فتش	مطبوعہ عالم المعرفۃ ۱۴۰۵ھ
فی الادب الحدیث	عمر الدسوقی	مجلد ۲ مطبوعہ مصر ۱۹۵۰ء

(ک)

کشف الحجب والاستار عن	اعجاز حسین النیسابوری الکنتوری	مطبوعہ کلکتہ ۱۳۳۰ھ
اسماء الکتب والاسفار		

(ق)

القصۃ فی الادب العربی الحدیث	محمد یوسف نجم	مطبوعہ مصر ۱۹۵۲ء

القومیۃ العربیۃ والاستعمار		
القرارات فی نظر المستشرقین والملحدین	عبد الفتاح عبد الغنی	مطبوعہ ۱۹۵۷ء مکتبۃ الدار مدینہ المنورۃ ۱۴۰۲ھ
	(ل)	
لسان الصدق	الشیخ علی بن عبد اللہ البحرانی	مطبوعہ مصر پادری فنڈر کی کتاب میزان الحق کا جواب
	(م)	
مایقال عن الاسلام	عباس محمود العقاد	دار الکتاب العربی، بیروت لبنان طبع اول ۱۳۹۱ھ ۱۹۷۱ء دیکھئے موسوعہ عباس محمود العقاد ج
المبشرون والمستشرقون	الدکتور محمد البہی	مطبوعہ حولیۃ کلیۃ الدعوۃ مصر ۱۴۰۶ھ
مجلۃ الشبان المسلمین	الاستاذ احمد غنیم المخاصی	دسمبر ۱۹۶۰ء
محاضرات الموسم الثقافی	الدکتورۃ بنت الشاطئ	مطبوعہ الکویت ۱۹۵۶ء
المخططات الاستعماریۃ لمکافحۃ الاسلام	محمد محمود الصواف	دار الاعتصام القاہرہ ۱۹۷۹ء طبع ثالث
مسالک الابصار	ابن فضل اللہ العمری	
المستشرقون	یکتب التحقیق	جلد ۳ صفحات ۱۲۰۰ دار المعارف مصر القاہرہ ۱۹۶۸ء
المستشرقون والدراسات القرآنیۃ	محمد حسین علی الصغیر	الموسسۃ الجامعۃ للدراسات والنشر والتوزیع ۱۴۰۳ھ
المستشرقون	محمد الحوانی	مجلۃ الرسالۃ حوانی ۱۹۳۶ء القاہرہ
المستشرقون والاسلام	ابراہیم عبد المجید اللبان	مطبوعہ الازہر ۱۹۵۴ء
"	حسین الہراوی	مطبوعہ المجلس الاعلی للشئون الاسلامیۃ
"	طیب حسن ابوری	۱۹۶۳ء مطبوعہ نہیں ہے صرف لاہور کیمبل پور

المستشرقون البریطانیون	اربری ۔ ترجمہ محمد الدسوقی النعوی	مطبوعہ ولیان لندن
المستشرقون فی المیزان	الشیخ عبدالعزیز القاری	عن محاضرات الجامعۃ الاسلامیہ بالمدینۃ المنورہ ۱۳۹۲ھ
المستشرقون ومشکلات الحضارۃ	ڈاکٹر عفاف صبرہ	دار النہضۃ العربیۃ القاہرہ ۱۹۸۰ء
المستشرقون والمبشرون فی العالم الاسلامی	ابراہیم خلیل احمد	مطبوعہ القاہرہ ۱۹۶۴ء
معجم المطبوعات العربیۃ والمعربۃ	یوسف الیان سرکیس	جزء ۲ جلد ۲ مطبوعہ مصر ۱۳۴۶ھ ۱۹۲۸ء
معجم مصنفات القرآن الکریم	الدکتور علی شواخ اسحاق	دار الرفاعی ریاض عرب ۱۴۰۳ھ ۱۹۸۳ء
مفتریات علی الاسلام	احمد محمد جمال	
المناظرہ الکبریٰ بین الشیخ رحمت اللہ والدکتور فندر	بتحقیق وتعلیق	ط ۱ ۔ دار ابن تیمیہ للنشر والتوزیع الریاض ۱۴۰۵ھ

(ن)

الناطقون بالضاد فی امریکا	رسالۃ نشرہا بالانکلیزیۃ ترجمہ الیدوی الملثم	معہد الشؤون للعربیۃ الامریکیۃ نیویورک طبعت الترجمۃ فی القدس
نحن والمستشرقون	حسین الہروی	مجلہ المعرفۃ لیبیو ۱۹۲۳ء ۱۹۴۶ء

عربی مقالات

(ا)

الاستشراق والتبشیر	الدکتور احمد عبدالرحیم السایح	البعث الاسلامی لکھنؤ جلد ۳۶ عدد ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، جنوری فروری مارچ اپریل ۱۹۹۲ء
الاستاذ ازلد والاستشراق	الدکتور عبدالباری	المجلہ العربیہ ۱۹۸۵ء ۱۹۸۶ء قسم اللغۃ العربیۃ وآدابہا بجامعۃ الاسلامیہ علی کرہ

(ص)

الصراع بین الفکرۃ الاسلامیہ والفکرۃ الغربیۃ فی الہند	سعید الاعظمی	البعث الاسلامی لکھنؤ عدد ۵، ۶، ۷ جلد ۲۰ ۱۳۹۶ھ

(ق)

القرآن فی نظر بعض المستشرقین	عجیل النشمی	الوعی الاسلامی (ع) ۲۲/۵/۱۴۰۳ھ
القرآن مصدر تشریعی فی رای المستشرقین	"	الوعی الاسلامی (ع) ۲۱۸-۲۰ ۱۴۰۳ھ

(م)

محاولۃ المستشرقین تشویۃ معنی الجہاد	الاستاذ عبدالرحیم صالح عبداللہ	البعث الاسلامی عدد ۲ جلد ۱۶ شعبان ۱۳۹۱ھ اکتوبر ۱۹۷۱ء
المستشرقون والقرآن الکریم	محمد صدرالحسن ندوی (۲/۱)	البعث الاسلامی لکھنؤ س ۲۸-ع ۳-۱۰-۱۰ ۱۴۰۱ھ

اردو کتابیات

ابراز الحق ترجمہ اظہار الحق (ترکی)	نزہت آفندی وعمر فہمی ابن حسن الانقروی	مطبوعہ ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۶ء ترکی و اسپینی میں بھی شائع ہوئی ہے۔
ازالۃ الاوہام (فارسی و اردو)	مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ	مطبوعہ ۱۲۶۹ھ مطبع سید المطابع یحییٰ بیگم۔ اس کو استاد قوام الدین نے شائع کیا۔
الصارم فی جواب الاستفسار	مولوی سلامت اللہ	نظامی پریس کانپور ۱۲۹۶ھ
ابحاث ضروریہ	حافظ ولی اللہ لاہوری	مطبع مصطفائی لاہور۔ ڈاکٹر فضلدار اور مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کے مابین ۱۸۵۲ء میں ہوئے آگرہ میں مناظرہ کی ضروری بحثیں۔
اثبات التوحید وابطال التثلیث	مولوی محمد گوجرانوالہ	گوجرانوالہ پنجاب ۱۹۳۲ء پادری عبدالحق کے رسالہ اثبات التثلیث کا جواب ہے۔

اجلی البرہان تمجید القرآن		بحوالہ قاموس کتب اردو۔ ٹھاکر داس کی کتاب عدم ضرورت قرآن کا جواب
اجوبہ عجیبہ	مولانا محمد شاہ لکھنوی	نولکشور لکھنؤ ۱۲۸۷ھ عیسائیوں کی طرف سے کیے گئے مختلف سوالات کا جواب
احسن الاحادیث فی ابطال التثلیث	مولانا رحمت اللہ کیرانوی	سن تالیف ۱۲۷۱ھ مطبوعہ الرضویہ دہلی ۱۲۹۲ھ (اس کا نام اصح الاحادیث فی ابطال التثلیث بھی ہے)
ادلۃ الیقین	الشیخ عبدالرحمن بن محمد عوض الجزائری	مطبوعہ ۱۹۳۴ء مطبع ارشاد شبرا
اردو دائرہ معارف اسلامیہ	مدیر شیخ نذیر حسین	یہ ڈاکٹر فنڈر کی کتاب میزان الحق کا جواب ہے۔ زیر اہتمام دانشگاہ پنجاب لاہور طبع اول ۱۹۸۹ء
الاستبشار	الشیخ محمد آل حسن	ڈاکٹر فنڈر کی کتاب حل الاشکال کا جواب۔
الاستفسار	"	ڈاکٹر فنڈر کی کتاب میزان الحق کا جواب
ازالۃ الشکوک	مولانا رحمت اللہ کیرانوی	سن تالیف ۱۲۶۸ھ ۱۸۵۲ء طباعت جزو اول از عبدالوہاب ویلوری۔ طباعت جزو ثانی۔ ابوالفضل ضیاء الدین بن عبدالوہاب ویلوری۔
استبشار	مؤید الدین احمد آبادی	۱۸۶۷ء
اسلام اور مستشرقین کی تحریک	مریم جمیلہ ترجمہ: ابوبکر شبیر احمد	

اسلام اور مستشرقین اول	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	فروری ۱۹۸۲ء میں دارالمصنفین اعظم گڑھ میں اسلام اور مستشرقین کے عنوان سے جو بین الاقوامی سمینار ہوا تھا اس کی مختلف نشستوں کی روداد اس میں قلم بند کی گئی ہے۔ مطبوعہ ۱۹۸۵ء
" دوم	"	اس سمینار میں جو مضامین پڑھے گئے ترتیب کے ساتھ ان کو اس میں جمع کر دیا گیا ہے۔ مطبوعہ ۱۹۸۶ء۔
" سوم	"	اس سمینار اور موضوع کے تعلق سے ارباب علم کے جو مقالات موصول ہوئے یا دارالمصنفین کے رفقاء نے لکھے وہ اس میں جمع کیے گئے ہیں۔ مطبوعہ ۱۹۸۶ء
" چہارم	مولانا عبدالرحمٰن پرواز اصلاحی	مستشرقین کے موضوع پر مولانا شبلی نعمانی نے مختلف جگہوں پر جو کچھ لکھا ہے وہ اس میں مرتب انداز میں جمع کر دیا گیا ہے۔ مطبوعہ ۱۹۸۶ء
" پنجم	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	مستشرقین پر مولانا سید سلیمان ندوی کی مختلف تحریروں کو اس میں جمع کر دیا گیا ہے مطبوعہ ۱۹۸۵ء
اسلام اور مستشرقین	ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی ترجمہ: سلمان شمسی ندوی	مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ ۱۹۷۱ء
اسلامیات اور مغربی مستشرقین	نشاط امرتسری	حوالہ قاموس کتب اردو
	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ
مسلمان مصنفین	ترجمہ: مولوی سید سلمان حسین ندوی	بار اول ۱۴۰۲ھ ۱۹۸۲ء
اسوہ النبی صلعم	مولانا زاہد الراشدی	ہلال پریس دہلی ۱۹۸۵ء علمائے مغرب کے خیالات کا مجموعہ۔

اظہار الحق (اردو)	مولانا رحمت اللہ کیرانوی ترجمہ مولوی سلیم اللہ	مطبوعہ سنہ ۱۳۷۰ھ بحوالہ قاموس الکتب اردو ج اول
اظہار الاسلام	مولوی سلیم اللہ	مطبع فیض بریلی سنہ ۱۸۷۴ء۔ الطاف مسیح کے مناظرہ کا بیان جس میں وہ مسلمان ہو گیا تھا۔
الاعجاز العیسوی	مولانا رحمت اللہ کیرانوی	سن تالیف سنہ ۱۲۷۰ھ آگرہ سن طباعت سنہ ۱۲۷۱ھ بار دوم ادارہ اسلامیات لاہور سنہ ۱۴۰۸ھ ۱۹۸۸ء قاضی محمد تقی عثمانی و محمد محترم فہیم عثمانی و حسین احمد نجیب۔
اعزاز عیسوی	حاجی عظیم احمد حسینی	پادری ٹھاکر داس کے رسالہ اظہار عیسوی کا جواب۔
اعزاز قرآن بجواب اعجاز القرآن	ناصر الدین ابو المنصور دہلوی	
اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام	مولوی چراغ علی ترجمہ: مولوی عبد الحق	جلد اول مفید عام آگرہ سنہ ۱۹۱۰ء جلد دوم رفاہ عام اسٹیم پریس لاہور سنہ ۱۹۱۱ء (ریورنڈ ملکم میکال کے اعتراضات کا جواب)
افحام الخصام در جواب تفتیش الاسلام	ناصر الدین ابو المنصور دہلوی	نصرت المطابع دہلی سنہ ۱۲۹۳ھ جان رابرٹس کے رسالہ تفتیش الاسلام کا جواب
انصاف لدفع الاختلاف	مولوی سلیم اللہ	بحوالہ قاموس الکتب اردو ج اول
انعام عام	ناصر الدین ابو المنصور دہلوی	مطبع فاروقی سنہ ۱۲۹۰ھ پادری رجب علی کے آئینہ اسلام کا جواب

(ب)

بائبل سے قرآن تک (ترجمہ اظہار الحق)	شیخ اکبر سہارنپوری عثمانی	مجلد ۳ مطبوعہ پاکستان۔ اب تک تین بار شائع ہو چکا ہے۔ سنہ ۱۳۸۸ھ میں مولانا تقی عثمانی نے اس پر ایک طویل مقدمہ لکھا ہے۔

براہین الہند المعروف بمباحثہ پونہ	شرف الحق۔	روداد مناظرہ پونہ ۱۸۹۳ء مابین مصنف وپادری جی اسمال
البحث الجلیل المعروف مباحثہ دہلی	مولوی شرف الحق	روداد مناظرہ مابین لارڈ بشپ لیفرائے ۱۸۹۰ء فتح پوری مسجد مطبوعہ مورنگ پریس (اردو انگریزی)
البحث الشریف فی اثبات النسخ والتحریف	وزیرالدین بن شرف الدین	روداد مناظرہ کبریٰ آگرہ طباعت عبداللہ مطبع اختر المطابع دہلی ۱۲۷۱ھ
براہین احمدیہ	غلام احمد قادیانی	مطبع سفیر ہند امرتسر
بریدفرنگ	علامہ سید سلیمان ندوی	دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۳۰۶ھ ۱۹۸۶ء
بشارت مثیل موسیٰ	مولوی چراغ علی	مفید عام آگرہ ۱۲۹۵ھ پادری عمادالدین کی کتاب ہدایۃ المسلمین کا رد

(پ)

پیغام محمدی	سید محمد علی مرادآبادی	جلد اول مطبع رحمانیہ محمود پور ۱۳۱۱ھ پادری صفدر علی کے نیاز نامہ اور پادری ٹھاکرداس کے رسالہ عدم ضرورت قرآن کا جواب

(ت)

تائید الفرقان	محمد علی مرادآبادی	رسالہ مراۃ القرآن محبوب مسیح کا جواب
تاریخ یورپ	یھیجر، آلیور، شول فرڈینڈ ترجمہ: عبدالماجد، نواب صدر یار جنگ قاضی تلمذ حسین	جامعہ عثمانیہ دکن ۱۹۳۲ء
تاریخ اُندلس	اسکاٹ ایس پی۔ ترجمہ: محمد خلیل الرحمٰن	مطبوعہ لاہور
تاریخ تہذیب	کرین برنٹن، جان بی کرسٹوفر رابرٹ ای ولیف۔ ترجمہ غلام رسول مہر	مطبوعہ لاہور ۱۹۶۵ء

تاریخ محمدی پر منصفانہ رائے	مولانا الطاف حسین حالی	۱۸۷۴ء رسالہ اردو جولائی ۱۹۵۲ء
تمدن عرب	گستاؤلیبان ترجمہ: سید علی بلگرامی	مطبوعہ لاہور ۱۹۳۶ء
تائید المسلمین فی اثبات نبوۃ خاتم المرسلین	مولوی سید محمد صادق	مطبوعہ ۱۲۵۹ھ یہ پادریوں کے عام رسالوں کا جواب ہے۔
تذکرہ عالم	مولوی رحیم بخش	
تحفۃ البشر لاعلاء کلمۃ البصیر المعروف دینی مناظرہ ہلنکنڈا	مولانا شرف الحق ترتیب محمد علیم الدین	روداد مناظرہ ہلنکنڈا
تشویش التقسیس	ناصر الدین ابو المنصور دہلوی	رسالہ اصل وافزائش وزوال دین محمدی کا جواب
تخطیہ	نصرت علی	نصرت المطابع عبداللہ آتھم کی کتاب اندرونہ بائبل مروج قدیم کا جواب
تکمیل الادیان باحکام قرآن ملقب باکتبۃ اسلام	محمد علی کانپوری	رد عیسویت پر جس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں اس میں ان کی تفصیلات ہیں۔
تراث حجازی	محمد علی کانپوری	مطبع کوہ نور لاہور ۱۲۹۵ھ نقد طنبوری کا جواب۔
تزئین الکلام	عبدالرحمن	مظہر العجائب مدراس ۱۹۲۰ء اسلام پر کیے گئے اعتراضات کا جواب
تحریف القرآن کا جواب	غلام دستگیر ہاشمی قصوری	۱۸۹۱ء ماسٹر رامچندر کے رسالہ تحریف القرآن کا جواب
تعلیم محمدی	مولانا اکرام اللہ گوپامئوی اکبرآبادی	پادری عماد الدین کی کتاب تعلیم محمدی کا جواب
تنبیہ المخالفین فی جواب امہات المومنین		مطبع دہلی ۱۲۶۰ھ

تعلیقات	مولوی چراغ علی	مطبع صادق لکھنؤ ۱۸۸۲ء پادری عماد الدین کی کتاب تاریخ محمدی کا جواب۔
تنزیہ الفرقان	سید محمد بھرت پوری	مفید عام آگرہ ۱۸۷۶ء پادری عماد الدین کے قرآن پر اعتراضات کا جواب
تعریف القرآن	مولوی عبدالحق دہلوی	مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۹۵ھ ماسٹر رام چندر کے رسالہ تحریف القرآن کا جواب
تعلیم القرآن اور عمل یورپ	شمس الدین	فیض عام پریس علی گڑھ ۱۹۳۹ء
تحقیق جہاد	مولوی چراغ علی ترجمہ: غلام حسنین	رفاہ عام پریس لاہور ۱۹۲۰ء
تحقیق المماثلۃ فی النبوۃ والرسالۃ	قاضی شاہ سرفراز علی جہانپوری	بحوالہ قاموس کتب اردو ج اول
ترجمۂ اظہار الحق (گجراتی)	غلام محمد الراندیری بن حافظ صادق	دیش منیر سورت ۱۹۱۸ء
	(ج)	
جواب امہات المومنین	سرسید احمد خاں	تجارتی پریس علی گڑھ۔ ڈاکٹر احمد شاہ شائق (عیاتی) کی کتاب امہات المومنین کا جواب)
الجہاد فی الاسلام	مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی۔ بار چہارم ۱۹۸۲ء
جواب محمدیہ	اکرام شاہجہاں آبادی	۱۲۴۵ھ میں مدراس کے ایک پادری نے ایک رسالہ عیسوی لکھا جو نعمت علی ساکن ٹھٹھہ اعظم گڑھ کے سوالات کا جواب تھا جس کا یہ جواب الجواب ہے۔
جائزہ تراجم قرآنی	ترتیب: محمد سالم قاسمی سید عبدالرؤف عالی۔ سید محبوب رضوی	ناشر مجلس معارف القرآن دارالعلوم دیوبند مطبوعہ نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند ۱۹۶۸ء
	(ح)	
حیات محمدؐ	محمد حسین ہیکل مصری ترجمہ: ابویحییٰ امام خاں نوشہری	ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۵۵ء

حجۃ الاسلام	مولانا محمد قاسم نانوتوی	مطبع فاروقی دہلی
ترجمان	ناصر الدین المنصور دہلوی	نصرت المطابع دہلی عبداللہ المتہم کے رسالہ اصلیت قرآن کا جواب
الحق المبین بجواب ابہامات المومنین		افضل المطابع مراد آباد۔ ڈاکٹر احمد شاہ شائق کی کتاب ابہامات المومنین کا جواب
حقیقت الایقان		اسلام پر عیسائیوں کے اعتراضات کا جواب اور تحقیق الایمان پادری عنصر علی کا جواب (بحوالہ قاموس کتب اردو)
حیدرآباد میں خدمت دین	مولانا شرف الحق	۱۸۹۲ء روداد مناظرہ مابین مصنف و پادری ایم جی گولڈ اسمتھ حیدرآباد۔

(خ)

الخطیات الاحمدیہ فی العرب والسیرۃ المحمدیہ	ڈاکٹر سر سید احمد خاں	مجلد ۱ سنہ ۵۲ء مطبوعہ نول کشور اسٹیم پریس لاہور ۱۸۸۶ء
خط پادری فنڈر کے نام	مفتی نور اللہ گوپاموی	مطبع النور آگرہ ۱۸۵۳ء
خلاصہ صولۃ الصیغم علی اعداء ابن مریم	مولوی عباس علی بن ناصر علی	مطبع سنگین ۱۲۶۰ھ یہ کتاب اسلام پر عیسائیوں کے عمومی اعتراضات کا جواب ہے
خطوط	فضل اللہ فاروقی جاجموی	مطبع نور افشاں آگرہ ۱۸۵۳ء ڈاکٹر فنڈر اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے مابین مناظرہ کی تفصیل۔
	ڈاکٹر وزیر خاں اکبر آبادی	

(د)

دافع الاسقام ترجمہ ازالۃ الاوہام	شیخ نور محمد	
دعوت الاسلام	یوسف صالح رانڈیری	نصرت المطابع دہلی ۱۳۰۲ھ عیسائیوں

دفع التعلیقات	محمد علی کانپوری	مطبع نامی کانپور ۱۲۷۲ھ پہلے حصہ میں پادری عماد الدین کی کتاب تعلیقات کا جواب ہے دوسرا حصہ تواریخ محمدی کا جواب ہے۔
دفع البلیات	محمد علی مونگیری	مطبع نامی کانپور ۱۳۰۴ھ پادری عماد الدین کی تصانیف کا جواب

(ر)

رجم الشیاطین	ولی اللہ لاہوری	ہدایت المسلمین کا جواب
رد مطلوب فی جواب المحبوب	مولوی عبد العزیز	مطبوعہ ۱۸۷۱ء۔ محبوب خاں عیسائی کے اعتراضات کا جواب۔
رسالۃ اثبات شفاعت نبی اکرمؐ	عبد العزیز	مطبع انوری مدراس ۱۳۰۱ھ ریورنڈ گولڈ اسمتھ کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق غلط خیالات کی تردید
رسالۃ تائید اسلام	حسن علی	نظامی پریس کانپور۔ اسلام پر عیسائیوں کے اعتراضات کا جواب۔
رسالہ مراسلات مذہبی	محمد علی کانپوری	رد عیسائیت پر جس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں اس میں ان کی تفصیلات ہیں۔
رقیم الوارد	ناصر الدین ابو المنصور دہلوی	نصرت المطابع دہلی ۱۲۹۷ھ نیاز نامہ پادری صفدر کی کتاب کا جواب۔

(س)

سبیل نجات	ناصر الدین ابو المنصور دہلوی	پادری فنڈر کے طریق الحیات کا جواب
سوط اللہ الجبار	مولانا محمد علی کانپوری	پادری رینڈری کا جواب
سیرت رسول اللہ	پروفیسر سید نواب علی	مطبوعہ مکتبۂ افکار کراچی ۱۹۳۱ء بار اول

سیرت نبوی اور مستشرقین	ولہاوزن ترجمہ عبدالعلیم احراری	جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی ۱۹۲۹ء
سیرت محمدیہ	مرزا حیات دہلوی	
السیف الہندی عن معذرات الکندی	عبداللہ (عربی اردو)	معذرات الکندی (عربی) لندن سے ہندوستان بھیجا گیا اس کا جواب
	(ش)	
شق القمر لمعجزۃ سید البشر	مولوی عبداللہ	مفید عام آگرہ
شہاب الاسلام موسومہ کتاب نیاز	محمد علی مونگیری	پادری صفدر علی کی کتاب نیاز نامہ اور ٹھاکر داس کی کتاب عدم ضرورت قرآن کا جواب
شہادت النبیین رسالہ المرسلین	مولانا محمد علی مرادآبادی	پادری رجب علی کے رسالہ شریف نسبتیں کا جواب
	(ص)	
صداقت قرآنی از کتب ربانی	مولوی سلیم اللہ	سر ولیم میور کے رسالہ شہادت قرآنی کا جواب ہے
صیانت الانسان فی رد تحقیق الایمان	ولی اللہ لاہوری	پادری عماد الدین کی کتاب تحقیق الایمان کا جواب۔
	(ض)	
ضیاء النورین	نصرت علی	نصرت المطابع ٹھاکر داس کے رسالہ المسیح والمحمد کا جواب
	(ظ)	
ظفر مبین	محمد علی کانپوری	مسٹر اینڈرس کے ایک اعتراض کا جواب۔
	(ع)	
عصمت الانبیاء	غلام نبی امرتسری	مطبع ریاض ہند۔ نبی معصوم کا جواب

عقوبت الضالین	امام الدین وابو المنصور	بجوالہ قاموس کتب اردو ہدایت المسلمین کا جواب۔
علمائے یورپ اور اسلام	مولانا مظہر الدین	بجوالہ قاموس کتب اردو
	(غ)	
غایۃ الشعور الحج المبرور	مولانا محمد شاہ لکھنوی	نولکشور لکھنؤ ۱۲۹۰ھ حج پر عیسائیوں کی طرف سے کیے گئے اعتراضات کا جواب
	(ف)	
فرنگیوں کا جال	امداد صابری	امداد صابری پبلشر چوڑی والان دہلی ۱۹۴۹ء مطبوعہ فاروقی پریس دہلی۔
فضائل الاسلام فی ذکر خیر الانام المعروف بتاریخ محمدی	مولوی فیروز الدین ڈسکوری	پادری عماد الدین کی تاریخ محمدی کا جواب۔
فضل الخطاب لمقدمۃ اہل الکتاب	حکیم نور الدین قادیانی	محمدیانی پریس دہلی ۱۳۰۸ھ عیسائیوں کے اعتراضات کا جواب۔
فیض المعظم	مولانا محمد شاہ لکھنوی	مطبع نظامی کانپور ۱۲۹۳ء عیسائیوں کے اعتراضات کا جواب
	(ک)	
کشف الاوہام	محمد علی مراد آبادی	محبوب مسیح کی کتاب تحفۃ العوام کا جواب ہے۔
کشف الحقیقت جواب رجوع المومنین	مولانا محمد محمود	مطبع کلیمی دہلی
کشف الاستار	الشیخ ہادی علی	ڈاکٹر فنڈر کی کتاب مفتاح الاسرار کا جواب
	(گ)	
گفتگوئے مذہبی	محمد قاسم	مطبع عیسائی میرٹھ ۱۲۹۳ھ روداد گفتگو مابین مصنف و پادری نولس مبلغ خدا شناسی واقع شاہجہانپور
	(ق)	

قرآن اور مستشرقین	محمد جہیں کریمی	غیر مطبوعہ۔ ادارہ تحقیق و تصنیف علی گڑھ ۱۹۷۶ء
القول المتین فی جواب اہانت المومنین	ڈاکٹر صادق علی	۱۳۰۶ھ راولپنڈی، احوشاہ شائق عیسائی کی کتاب اہانت المومنین کا جواب
القول النجیح فی رد المحمد والمسیح	شاہ غوث علی گورکھپوری	اخبار لطیف گورکھپور ۱۳۰۰ھ ٹھاکر داس کی کتاب المسیح والمحمد کا جواب
القول المتین فی جواب ہفوات المسلمین	مولوی محمد غوث	امیر المطابع آگرہ
	(ل)	
لحن داؤدی	علی محمد لکھنوی	مطبع حسینی لکھنؤ پادری عماد الدین کی کتاب نغمۂ طنبوری کا جواب
	(م)	
مباحثہ مذہبی	سید عبداللہ اکبر آبادی	مطبوعہ آگرہ ۱۲۸۰ھ (روداد مناظرہ کبریٰ رحمت اللہ و فنڈر)
مخرج عقائد نوری	غلام دستگیر ہاشمی قصوری	مطبع سوسائٹی بریلی ۱۸۸۰ء نغمۂ طنبوری کا جواب
مدار الحق	محمد شاہ پنجابی	مطبوعہ دہلی ۱۸۶۳ء معیار حق کا جواب
مرصوم نبی المعصوم	ناصر الدین ابو المنصور دہلوی	نبی معصوم کا جواب
مرقع اناجیل		کتب خانہ اسلامیہ امرتسر۔ اہانت المومنین کا جواب۔ ۱۸۷۴ء
مراسلات پادری فنڈر و مولوی سید ال حسن		
مراسلات مذہبی	الشیخ مولا بخش چودھری کانپوری	روداد مناظرہ ۱۸۸۶ء مابین مصنف و پادری فنڈر مطبوعہ نامی پریس کانپور ۱۸۸۶ء
مراسلات مذہبی (فارسی)	سید عبداللہ اکبر آبادی	روداد مناظرہ (رحمت و فنڈر)

مصباح الابرار	ناصر الدین ابو المنصور دہلوی	نصرت المطابع دہلی پادری فنڈر کی کتاب مفتاح الاسرار کا جواب
معدل موجاج المیزان	مولانا رحمت اللہ کیرانوی	غیر مطبوعہ اس کا مخطوطہ موجود ہے دیکھئے ڈاکٹر محمد احمد محمد عبد القادر خلیل ملکاوی کا ایڈٹ شدہ اظہار الحق کا مقدمہ
معیار التحقیق	مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ	پادری صفدر علی کی کتاب تحقیق الایمان کا جواب
معیار الحق	سید امداد امام عظیم آبادی	یونین پریس بانکی پور ۱۳۰۸ھ حضرت زینب کے نکاح پر اعتراضات کا جواب۔
معجزات محمدیہ	مولوی غلام نبی	مطبع ریاض ہند امرتسر ۱۸۸۵ء
مقابلہ اسلام اور یورپ	ظفر خاں	بحوالہ قاموس کتب اردو
مناظرہ پونہ موسومہ براہین الہدیۃ المعروف لمباحثہ پونہ	مولانا شرف الحق دہلوی	اکمل المطابع دہلی ۱۸۹۳ء مصنف موصوف اور پادری جی اسمال کے مابین ہونے مناظرہ کی روداد۔
منظوم الکلام	مرزا مسدعلی	مطبع عزیز حیدرآباد دکن روداد مناظرہ مابین مصنف و پادری آتھم
مناظرہ غازی پور	مولانا شرف الحق	روداد مناظرہ غازی پور مصنف و پادری ال پیٹرک ۱۸۹۵ء
منشور محمدی	(ن)	
نظام اسلامی مشاہیر اسلام کی نظر میں۔	ترجمہ و ترتیب خلیل حامدی	اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور ۱۹۶۳ء
نظریات سیاسیہ	ڈنگ۔ مترجمہ: قاضی تلمذ حسین	دکن ۱۹۲۷ء

النسب معروف بہ تحقیقاتِ محمدی	مولانا فخر الدین نقوی	مطبع کریمی مدراس ۱۳۲۸ھ پادری اورکناتیں جی گولڈ اسمتھ کے اعتراضات کا جواب
نورِ محمدی	مرزا مواحد جالندھری	مطبع بحر الاسلام بنگلور۔ پادری رجب علی کا رسالہ شریف بستیں کا جواب
نورِ جاوید	ناصر الدین محمود	نور محمد تاجر کتب دہلی ۱۲۹۶ھ اسلام پر کیے گئے اعتراضات کا جواب

(ی)

یورپ اور اسلام	مولانا عبد القیوم ندوی	اشاعت منزل لاہور
یورپ اور قرآن	چراغ علی اعظم یار جنگ	دفتر وکیل امرتسر ۱۹۰۸ء نولکشور اسٹیم پریس لاہور ۱۹۱۰ء

اردو مقالات

(ا)

آنحضرتؐ کی نسبت بعض عیسائیوں کی رائے	مولوی علی شبیر	نقوش رسول نمبر۷ لاہور جنوری ۱۹۸۳ء
اشاعت اسلام پر ایک جرمن کا لکچر	سید سلیمان ندوی	الندوہ دسمبر ۱۹۱۱ء
اسامیر الاولین	سید سلیمان ندوی	الہلال کلکتہ ۱۵ اپریل ۱۹۱۲ء
ابوطالب کی کفالت اور پرتاؤ	علامہ شبلی نعمانی	سیرۃ النبی اول ص ۱۲۸ - ۱۲۹
اسلام کی معاشرتی زندگی	ڈاکٹر عبد الوہاب ابوحدیبہ	معارف جلد ۱۳۹ عدد ۶
مستشرقین کی نظر میں	ترجمہ: عمیر الصدیق ندوی	جون ۱۹۸۷ء - ۴۰۵ - ۴۲۴
اندلس کا اسلامی تمدن	ڈاکٹر مصطفےٰ الشکعۃ	معارف جلد ۱۲۱ عدد ۳، ۴
مستشرقین کی نظر میں	ترجمہ: محمد عارف اعظمی عمری	مارچ، اپریل ۱۹۸۸ء ۱۶۵ - ۱۸۱
اسلام اور مستشرقین کے موضوع پر ایک سرسری نظر	مولانا ابو اللیث اصلاحی ندوی ترجمہ: عبید اللہ کوٹی ندوی	سلسلۂ اسلام اور مستشرقین دار المصنفین، اعظم گڑھ

اسلام اور مستشرقین	پروفیسر سید حبیب الحق ندوی ڈربن یونیورسٹی جنوبی افریقہ	معارف جلد ۱۳۱ عدد ۵، ۶ مئی، جون ۱۹۸۳ء
اسلامی علوم و فنون اور مستشرقین یورپ	مولانا عبدالسلام ندوی مرحوم	معارف جلد ۱۳۶ عدد ۶ دسمبر ۱۹۸۵ء والندوہ اپریل ۱۹۱۱ء
اسلام اور مستشرقین سے متعلق کچھ خطوط	۱۔ جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ (پیرس) ۲۔ شیخ نذیر احمد (لاہور) ۳۔ محمد طفیل (فرانس)	معارف جلد ۱۳۱ عدد ۴ اپریل ۱۹۸۳ء
اسلام اور مستشرقین کی بیرونی ڈاک	۱۔ جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ (پیرس) ۲۔ جناب طفیل احمد (فرانس) ۳۔ جناب ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری	معارف جلد ۱۳۱ عدد ۵ مئی ۱۹۸۳ء
اسلامی قانون کی ابتدائی تاریخ پر چند اہم مغربی تحقیقات۔ (ایک تنقیدی تعارف)	ڈاکٹر محمد اختر سعید صدیقی اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ علوم اسلامی جامعہ کراچی	سہ ماہی فکر و نظر اسلام آباد جلد ۲۸ شمارہ ۳ رجب رمضان ۱۴۱۱ھ جنوری۔ مارچ ۱۹۹۱ء
اسلام اور محمدؐ، مغربی لٹریچر میں	فلپ کے حطی اردو ترجمہ: وحید الدین خاں	ماہنامہ محدث رسول نمبر، و معارف جلد ۹۵ عدد ۴ اپریل ۱۹۶۵ء (ص ۳۰۱-۳۱۲)
اسلام اور مستشرقین	عبداللطیف طباوی ترجمہ: ڈاکٹر عبدالرحیم قدوائی	سہ ماہی تحقیقات اسلامی جلد ۳ شمارہ ۲ اپریل جون ۱۹۸۲ء ص ۱۱۱-۱۱۵
اٹھارویں موتمر مستشرقین عالم	ترجمہ از فرنچ امیر شکیب ارسلان	معارف ۱۹۳۲ء
اسلام کا قانون خراج اور مستشرقین کے نظریات کے علل و اسباب	ترجمہ حافظ محمد نعیم ندوی صدیقی	معارف جلد ۱۰۲ عدد ۳ ستمبر ۱۹۶۸ء (ص ۲۲۱-۲۳۳)
اسلامک اسٹڈیز کا مقصد اور اس کی تاریخ	ڈاکٹر عنایت اللہ۔ سابق پروفیسر عربی پنجاب یونیورسٹی	معارف جلد ۱۰۵، عدد ۶ جون ۱۹۷۰ء، جلد ۶ عدد ۱ جولائی ۱۹۷۰ء جرنل ۴۹، ۴۲، ۴۳ ۱۹۸۷ء ص ۷۰-۷۱
اسلام اور ڈینٹی (ایک فرانسیسی کی تعریف اسلام)		

اسلام اور مستشرقین پر دار المصنفین کا بین الاقوامی سیمینار	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	دیکھئے معارف جلد ۱۲۹ عدد ۴ مارچ ۱۹۸۲ء تا اکتوبر ۱۹۸۲ء کے شمارے جن میں اسلام اور مستشرقین پر منعقدہ فروری ۱۹۸۲ء سیمینار کی روداد ہے اور جو مستقل کتاب کی شکل میں بھی شائع ہو چکی ہے۔
اسلام اور مستشرقین سے متعلق خطوط	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	معارف جلد ۱۲۹ عدد ۴ اپریل ۱۹۸۲ء
اسلام اور مستشرقین کے متعلق پاکستانی اہل قلم کے تاثرات	۱۔ ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی ۲۔ شیخ نذیر حسین	معارف جلد ۱۳۰ عدد ۵ نومبر ۱۹۸۲ء
امام اشعری اور مستشرقین	جناب مرزا محمد یوسف صاحب	معارف جلد ۷۹ عدد ۱ جنوری ۱۹۵۷ء (ص ۵۹ - ۷۵)
اسلامی فلسفہ اور دینیات کا اثر یورپی فلسفہ اور دینیات پر	الفریڈ گل لیوم ترجمہ: سید مبارز الدین رفعت	معارف جلد ۸۱ عدد ۵، ۶ مئی جون ۱۹۵۸ء نیز جلد ۸۲ عدد ۱، ۲ جولائی، اگست ۱۹۵۸ء
الفریڈ گل لیوم کے ورثۂ اسلام پر ایک نظر	جناب شبیر احمد خاں	جلد ۸۲ عدد ۴، ۵، ۶ اکتوبر، نومبر، دسمبر ۱۹۵۸ء
اسلامی شریعت اور مستشرقین و متجددین	پروفیسر عبدالمغنی	ماہنامہ زندگی رامپور جلد ۲۹ نمبر ۵ شمارہ ۶ بابت دسمبر و جنوری ۱۹۷۲ء ۱۹۷۳ء (مسلم پرسنل لا نمبر)

(ب)

برناڈ شا اور عرب	خالد کمال مبارک پوری	نقوش لاہور رسول نمبر ۱۹۶۳ء
بحیرا کا مشہور واقعہ	علامہ شبلی نعمانیؒ	سیرۃ النبی اول ص ۱۲۶ تا ۱۳۰
بحری سفر سے متعلق قیاس آرائی	علامہ شبلی نعمانیؒ	سیرۃ النبی اول ص ۱۳۵
بت پرستی کا الزام	"	سیرۃ النبی اول حاشیہ ص ۱۴۰
بنو قریظہ کی جنگ احزاب میں شرکت	"	سیرۃ النبی اول حاشیہ ص ۲۹۹

بے صبری میں حملہ کرنے کا سبب	علامہ شبلی نعمانی	سیرۃ النبی اول ص ۳۵
برادون اور اسلام	ڈاکٹر امیر حسن عابدی شعبۂ فارسی دہلی یونیورسٹی	معارف جلد ۱۳۱ عدد ۲ فروری ۱۹۸۳ء
بحث وتحقیق میں مستشرقین کی بے راہ روی اور تضاد بیانی	ترجمہ مولانا ضیاء الدین اصلاحی	معارف جلد ۱۳۲ عدد ۳ مارچ ۱۹۸۳ء (ص ۱۶۹ - ۱۷۸)
باسورتھ اسمتھ کی ایک من گھڑت کہانی	مولانا سید احمد عروج قادریؒ	ماہنامہ زندگی رامپور جلد ۵ شمارہ ۲ فروری ۱۹۷۳ء

(پ)

واقدی۔ امام زہری پر الزام	مولانا سید سلیمان ندویؒ	معارف جنوری ۱۹۲۷ء
پروفیسر گولڈ زیہر	مولانا سعید احمد اکبر آبادی (علی گڑھ)	معارف جلد ۱۳۰ عدد ۲ اگست ۱۹۸۲ء (ص ۸۵ - ۹۶)
پروفیسر اجناس گولڈ زیہر کا خط بنام ایڈیٹر اسلامک ریویو اور مشنگ اور اس کا جواب		
پیغمبر اسلام۔ ایک عیسائی اسکالر کی نظر میں		ماہنامہ زندگی رامپور جلد ۵ شمارہ ۴ اپریل ۱۹۷۳ء

(ت)

تمدن اسلام مصنفہ جرجی زیدان کی پردہ دری	علامہ شبلی نعمانیؒ	الندوہ جلد ۸ عدد ۱۰ شوال المکرم ۱۳۲۹ھ
تاریخ ارض القرآن اور مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات	حافظ عمیر الصدیق ندوی	معارف جنوری ۱۹۸۵ء
تحریف قرآن کی ناپاک یہودی سازش	محمد عبد الحق صادقی	البلاغ ستمبر ۱۹۷۵ء ۹۵ر (ص ۵۳، ۵۴)
تاریخ تدوین حدیث اور مستشرقین	اسیر ادروی	سہ ماہی مجلہ ترجمان الاسلام (حدیث نمبر) جنوری مارچ ۱۹۹۱ء

تاریخ تدوین قرآن اور مستشرقین	مولانا ابوالقاسم نعمانی	سہ ماہی ترجمان الاسلام
تراجم قرآن کی عالمی ہمہ گیری	اکمل الدین احسان اوغلو	ششماہی مجلہ علوم القرآن
	تبصرہ۔ ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی	جلد ۲ شمارہ ۲ جولائی، دسمبر ۱۹۸۷ء ذی قعدہ ۱۴۰۷ھ
تبلیغ مسیحیت کے ہتھکنڈے	خالد مسعود صاحب	ماہنامہ میثاق لاہور جلد ۴ عدد ۳ مارچ ۱۹۶۱ء
تراجم قرآن مجید تازہ بتازہ نو بنو	ڈاکٹر محمد حمید اللہ پیرس	معارف جلد ۱۴۲ عدد ۵ نومبر ۱۹۸۸ء
تاریخ ترتیب قرآن	علامہ شبلی نعمانی	مقالات شبلی اول ۱۔ ۲۴

(ج)

جوزف شاخت اور اصول فقہ	جناب محمد طفیل صاحب	معارف جلد ۱۳۱ عدد ۴ اپریل ۱۹۸۳ء
جوزف شاخت اور اسلامی قانون		معارف جلد ۱۳۱ عدد ۴ اپریل ۱۹۸۳ء
جرمن میں علوم قرآن کا مطالعہ	ناصر	الاصلاح جولائی ۱۹۳۷ء ۲/ ۷
جمع وتدوین قرآن مجید اور مستشرقین (۲)	جناب محمد عارف اعظمی	ترجمان القرآن جلد ۱۱۲ عدد ۵ جنوری ۱۹۹۱ء
الجزیہ	علامہ شبلی نعمانی	مقالات شبلی اول (مذہبی)

(چ)

چینی زبان میں قرآن کے تراجم	ع، ز	معارف جلد ۳۱ عدد ۲ فروری ۱۹۳۳ء

(ح)

حقوق الذمیین یعنی اسلام میں غیر مذہب والوں کے حقوق	علامہ شبلی نعمانی	مقالات شبلی اول (مذہبی)
حضرت ابراہیمؑ اور مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات	محمد حفظ الرحمان	معارف جلد ۱۳۲ عدد ۳ ستمبر ۱۹۸۳ء
حقانیت قرآن اور مغرب کے غیر مسلم مصنفین	محمد تقی عثمانی	البلاغ ستمبر ۱۹۷۵ء ۹، ۸ (ص ۲۵۔۳۴)
حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں مستشرقین کے خیالات	جناب محمد رضی الاسلام ندوی	سہ ماہی تحقیقات اسلامی جلد ۶ شمارہ ۳ جولائی ستمبر ۱۹۸۷ء (۹۔۲۹)

(خ)		
خانۂ کعبہ اور عربوں کا مذہب (ولیم میور کے خیالات کا جائزہ)	ڈاکٹر محمد ذکی	سہ ماہی تحقیقات اسلامی جلد ۱ شمارہ ۳ جولائی ستمبر ۱۹۸۵ء ص ۳۱ - ۶۰
خاندان رسول کو مبتذل کرنے کی کوشش	علامہ شبلی نعمانی	سیرۃ النبی اول ص ۱۱۸ (حاشیہ)
(د)		
دام ہمرنگ زمیں	ڈاکٹر محمد حسین	
دارالمصنفین کے بین الاقوامی سمینار سے متعلق کچھ اہم خطوط	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	معارف جلد ۱۲۹ عدد ۴ اپریل ۱۹۸۲ء
دارالمصنفین کے بین الاقوامی سمینار سے متعلق ایک اہم مکتوب	جناب حکیم محمد سعید دہلوی	معارف جلد ۱۲۹ عدد ۶ جون ۱۹۸۲ء
(ڈ)		
ڈی اولیری کی کتاب فلسفۂ اسلام پر ایک نظر	اسیر ادروی	مجلہ ترجمان الاسلام جنوری مارچ ۱۹۹۲ء
(ذ)		
ذمیوں کے حقوق کے متعلق حضرت عمر فاروقؓ پر اعتراضات اور اس کا جواب	علامہ شبلی نعمانی	الفاروق دوم ص ۲۶ تا ۱۵۲ تحریر ۱۸۹۸ء
(ر)		
رومن کیتھولک تاریخ کی چند من گھڑت کہانیاں	مولانا سید سلیمان ندوی	معارف جلد ۵۶ عدد ۲ اگست ۱۹۴۵ء
روسی استشراق	جناب محمد اسد شہاب صاحب (جدہ) ترجمہ: حافظ عمیر الصدیق ندوی	معارف جلد ۱۳۰ عدد ۱ جولائی ۱۹۸۲ء
رسول اکرمؐ کے سیرت نگار	ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ	فکر و نظر اسلام آباد مارچ ۱۹۷۶ء
روس میں اسلامی علوم کا مطالعہ	ڈاکٹر کبیر احمد جائسی	سہ ماہی تحقیقات اسلامی جلد ۲ شمارہ ۳ جولائی ستمبر ۱۹۸۶ء و جلد ۵ شمارہ ۱ جنوری مارچ ۱۹۸۶ء

رومی اور اسلامی قانون کے تعلقات پر چند ملاحظات	ڈاکٹر نالینو ترجمہ: ڈاکٹر محمد حمید اللہ (پیرس)	معارف جنوری ۱۹۵۳ء
	(ش)	
زمانۂ جاہلیت سے منسوب اشعار و خطبات سے استدلال	علامہ شبلی نعمانی	سیرۃ النبی اول ص۱۲۲-۱۴۳ (حاشیہ)
	(س)	
سن ۱۸۰۰ء سے پہلے کے مستشرقین یورپ	سید سلیمان ندوی	سلسلہ اسلام اور مستشرقین ج ۵
سیرت نبوی پر کتاب لکھنے کا ایک اہم سبب	علامہ شبلی نعمانی	سیرۃ النبی اول مقدمہ ص ۷
سیرۃ پر یورپین تصنیفات	"	سیرۃ النبی اول ص۶۲-۷۲
سر ہملٹن الیگزنڈر روسکین گب ۱۸۹۵ء ۱۹۷۱ء	پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی جامعہ ملیہ دہلی	معارف جلد ۱۳۰ عدد ۴ اکتوبر ۱۹۸۲ء
سر سید احمد خاں اور مستشرقین	عبید اللہ کوٹی ندوی	معارف جلد ۱۳۵ عدد ۲، ۳، ۴، ۵، ۶ ۱۹۸۵ء و جلد ۱۳۶ عدد ۱، ۲، ۳ ۱۹۸۵ء
سیرت نبوی اور مستشرقین	پروفیسر ماجد علی خاں (جامعہ ملیہ)	قومی آواز نئی دہلی جلد ۱۲ شمارہ ۱۲۹ ۱۲ مئی ۱۹۹۲ء
ستائیسویں موتمر مستشرقین عالم امریکہ میں	ڈاکٹر محمد حمید اللہ (پیرس)	معارف جلد ۱۰۰ عدد ۵ نومبر ۱۹۶۷ء
سیرت نبوی پر مغربی مصنفین کی انگریزی نگارشات	ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی	تحقیقات اسلامی جلد ۳ شمارہ ۳ جولائی ستمبر ۱۹۸۲ء
سمینار کے تعلق سے بعض اہل قلم کے تاثرات		معارف ۱۳۰ عدد ۶ دسمبر ۱۹۸۲ء
سیرت نبوی کے متعلق مستشرقین کی بعض غلطیوں کی تصحیح	الاستاذ نذیر حمدان ترجمہ: مولانا ضیاء الدین اصلاحی	معارف جلد ۱۳۳ عدد ۲ فروری ۱۹۸۴ء

سرورِ کائنات ﷺ (غیر مسلم مفکرین کی نظر میں)	خواجہ ظفر نظامی نوگھڑوی	نقوش لاہور رسول نمبر ۴ جنوری ۱۹۸۳ء
سیرت رسول اللہ کی تمہید	پروفیسر سید نواب علی	ماہنامہ زبان جولائی ۱۹۲۷ء بحوالہ جرنل خدا بخش لائبریری پٹنہ ۴۱، ۴۲، ۴۳ ۱۹۸۷ء ص ۶۰۵، ۶۱۴
	(ش)	
شاخت اور حدیث نبوی	ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی ترجمہ: محمد عمیر الصدیق ندوی	معارف جلد ۱۳۹ عدد ۱ جنوری ۱۹۸۷ء
شرکت و مضاربت اور مستشرق بوڑولس	محمد انس زرقاء ترجمہ: محمد عارف اعظمی عمری	معارف جلد ۳۹ عدد ۳، ۴، ۵ مارچ، اپریل، مئی ۱۹۸۷ء
شذرات	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	معارف جلد ۱۳۱ عدد ۳ مارچ ۱۹۸۳ء یہ اصلاً سید امیر علی کی انگریزی میں قرآن مجید کی تفسیر کی پہلی جلد Quran the Fundamental Law of Human life پر تبصرہ ہے۔ چونکہ اس میں مستشرقین کا بھی ذکر ہے اس لیے اس کو یہاں درج کیا ہے۔
	(ص)	
صلیبی جنگ اور اس کے اہم پہلو	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	معارف جلد ۱۲۵ عدد ۵ مئی ۱۹۸۰ء و جلد ۱۲۵ عدد ۶ جون ۱۹۸۰ء
	(ع)	
علم حدیث اور مستشرقین	ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری	دیکھئے سلسلہ اسلام اور مستشرقین جلد دوم مطبوعہ دار المصنفین ص ۲۵۰ - ۲۶۶

عربی ادب دیار غیر میں	ڈاکٹر مسعود الرحمٰن خاں	سہ ماہی تحقیقات اسلامی جلد ۲ شمارہ ۲ اپریل جون ۱۹۸۳ء
عہد وسطیٰ کے یورپ میں اسلامی علوم و فنون	محمد ثناء اللہ ندوی	سہ ماہی تحقیقات اسلامی جلد ۱۱ شمارہ ۲ اپریل جون ۱۹۹۲ء
عالمگیر اورانگزیب مورخین	مولانا شمس تبریز خاں آروی	ماہنامہ فاران کراچی جلد ۱۸ شمارہ ۸ نومبر ۱۹۶۶ء
علم اور اسلام	پروفیسر موسیو رنیان ترجمہ مولانا محمد اسماعیل اصلاحی	ماہنامہ زبان جولائی اگست ستمبر ۱۹۲۶ء خدا بخش لائبریری جرنل شمارہ ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۱۹۸۶ء ص ۱۴

(غ)

غیر قوموں کے علوم و فنون کے عربی تراجم اور مستشرقین	علامہ شبلی نعمانی	رسائل شبلی مطبوعہ ۱۸۸۶ء
غزوہ تبوک	"	سیرۃ النبی اول ص ۵۶۲ (حاشیہ)

(ف)

فتوحات پر ایک اجمالی نظر	علامہ شبلی نعمانی	انصار دوم ص ۳-۱۰
فقہ اسلامی اور مستشرقین	مولانا صدر الحسن ندوی	سہ ماہی "صفا" دار العلوم سبیل السلام حیدرآباد خصوصی اشاعت فقہ اسلامی۔ اصول خدمات اور تقاضے
فقہ اسلامی اور رومن قوانین	خالد سیف اللہ رحمانی	ایضاً
فتنۂ استشراق	محمد رضی الاسلام ندوی	حیات نو، بلریا گنج جلد ۲ شمارہ ۲ فروری ۱۹۸۷ء
فن سیرت نگاری پر ایک نظر	ڈاکٹر سید عبداللہ	فکر و نظر اسلام آباد شمارہ اپریل ۱۹۶۷ء
فقہ کی تشکیل اور آغاز کا عہد	ترجمہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ	معارف جلد ۸۱ عدد ۳، ۴ مارچ اپریل ۱۹۵۸ء

(ک)

کیا قرآن بائبل سے ماخوذ ہے؟	جناب محمد ذکی صاحب	زندگی رامپور جلد ۵ شمارہ ۱ جون ۱۹۸۳ء
کیا فقہ حنفی رومن لا سے ماخوذ ہے؟	علامہ شبلی نعمانی	سیرۃ النعمان دوم ص ۲۱۸ تا ۲۲۵ تاریخ تصنیف ۱۵ دسمبر ۱۸۹۲ء مطبوعہ مجتبائی دہلی۔
کیا اسلامی قانون پر رومی قانون کا اثر ہے؟	علامہ شبلی نعمانی	سیرۃ النعمان دوم ص ۲۱۸ تا ۲۲۱ (حاشیہ)
کیا آنحضرتؐ خاندان اسماعیل سے نہ تھے؟	،،	سیرۃ النبی اول ص ۱۱۷ (حاشیہ)
کیمبرج کی موتمر مستشرقین عالم (۲۳ ویں)	ڈاکٹر محمد حمید اللہ پیرس	معارف جلد ۷۰ عدد ۶ دسمبر ۱۹۵۲ء
کیمبرج یونیورسٹی میں مشرقی علوم کا مطالعہ (محمڈن لا اور اردو ادب)	پروفیسر آصف علی فیضی	معارف جلد ۹۲ عدد ۱ جولائی ۱۹۶۳ء

(ق)

قرآن، اسلام اور رسول (غیر مسلموں کی نظر میں)	پروفیسر عبدالصمد صارم	نقوش لاہور رسول نمبر ۲ جنوری ۱۹۸۳ء
قرآن مجید کے فرانسیسی ترجمے	ڈاکٹر محمد حمید اللہ پیرس	معارف جلد ۸۳ عدد ۶ دسمبر ۱۹۵۹ء
قرآن اور مستشرقین	سید اطہر حسین ریٹائرڈ آئی اے ایس، لکھنؤ	معارف جلد ۱۳۱ عدد ۲ فروری ۱۹۸۳ء
قرآن مجید میں قصۂ ابراہیم اور مستشرقین کے اعترافات	مولانا ضیاء الدین اصلاحی	معارف جلد ۱۳۱ عدد ۳ مارچ ۱۹۸۳ء
قرآن پر بین الاقوامی کانگرس (دہلی)	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	معارف جلد ۱۳۱ عدد ۱ جنوری ۱۹۸۳ء یہ انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز کی دہلی میں قرآن پاک پر دوسری بین الاقوامی کانگرس منعقدہ دسمبر ۱۹۸۲ء جس میں کچھ مستشرقین نے بھی شرکت کی تھی

		اور اس کی یہ روداد ہے۔
قرآن کریم پر تاریخی اعتراضات	سید سلیمان ندوی	معارف اگست ۱۹۱۶ء
قرآن کریم کے متعلق شبہات اور اس کا جواب	محمد تقی عثمانی	البلاغ ستمبر ۱۹۷۴ء ۸/۷
قرآن مجید اور جرمنی	بیرن عمر	ترجمان القرآن ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ ۴/۴ ایضاً شمارہ ۵
قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ	عبدالماجد دریابادی	ترجمان القرآن ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ ۴/۴
قرآن کریم کے انگریزی تراجم پر ایک نظر	نیاز قومی	الرشاد اپریل مئی ۱۹۸۵ء جلد ۹ شمارہ ۴، ۵، ۶ و جلد ۱۰ شمارہ ۱ اگست ۱۹۸۵ء
قرآن سے متعلق جرمنوں کی خدمات	ڈاکٹر محمد حمید اللہ پیرس	معارف جلد ۵۷ عدد ۳ مارچ ۱۹۴۶ء
قرآن مجید کے تراجم دنیا کی مختلف زبانوں میں	سعید احمد اکبرآبادی	برہان جلد ۴ عدد ۲ فروری ۱۹۴۰ء
قرآن مجید اور موجودہ عصری تحقیقات	عبدالماجد دریابادی	الاصلاح جلد ۳ عدد ۴ اپریل ۱۹۳۸ء
قرآن کریم اور مستشرقین	صغیر حسن معصومی	البلاغ جلد ۳ عدد ۴ جون ۱۹۶۹ء
قرآن اور مستشرقین	محمد جعفر شاہ پھلواری	فاران ستمبر ۱۹۷۶ء جلد ۲۸ عدد ۶
قرآن غیروں کی نظر میں	عتیق فکری	فاران جلد ۲ عدد ۷ ستمبر اکتوبر ۱۹۵۲ء
قرآن کریم کے مغربی ناقدین	اسکندر احمد سہاروی	فاران جلد ۸ عدد ۱ اپریل ۱۹۵۶ء
قرآن مجید کے روسی تراجم	جابر ابوجابر ترجمہ: طلحہ ایوب اصلاحی	ششماہی مجلہ علوم القرآن جلد ۴ عدد ۶ جولائی دسمبر ۱۹۸۹ء
قرآنیات پر انگریزی تصانیف و تالیفات (ایک کتابیاتی مطالعہ)	محمد عادل عثمانی	مجلہ علوم القرآن جلد ۴ عدد ۲ جولائی دسمبر ۱۹۸۹ء
قرآن کریم ایک مسیحی کی نظر میں	تنظیم حسین	بینات جلد ۳۷ عدد ۳ ستمبر ۱۹۸۰ء
قرآن کریم غیر مسلم مستشرقین کی نظر میں	محمد عبدالشکور	بینات جلد ۲۷ عدد ۲ ستمبر ۱۹۷۵ء
قرآن مجید کے انگریزی ترجمے	عبدالماجد دریابادی	بینات جلد ۴ عدد ۳ اگست ۱۹۴۲ء
قرآن کی تعلیمات۔ ایک انگریز کی نظر میں		فکر و نظر جلد ۷ عدد ۱۰ جنوری ۱۹۷۰ء

قرآن کے خلاف مستشرقین کی چالیں	سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ	تفہیم القرآن جلد ۴ صہ ۱۴
قرآن اور محمدؐ کے خلاف مستشرقین کا اندھا تعصب	"	" صہ ۴۰۲
قرآن کے خلاف مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات	"	تفہیم القرآن جلد ۶ صہ ۵۹ ص ۱۴۶، ۵۴۹ تا ۵۵۶
قرآن مجید کے انگریزی تراجم اور تفاسیر	ڈاکٹر عبدالرحیم قدوائی	سہ ماہی تحقیقات اسلامی جلد ۴ شمارہ ۴ اکتوبر دسمبر ۱۹۸۵ء
قرآن مجید اور بائبل کے تراجم (ایک مختصر تقابلی مطالعہ)	ڈاکٹر محمود حسن	سہ ماہی تحقیقات اسلامی جلد ۹ شمارہ ۳ جولائی ستمبر ۱۹۹۰ء
قرآن مجید اور غیر عربی رسم الخط کی شرعی حیثیت	نیاز قومی ایم اے	الرشاد جلد ۱۱ شمارہ ۵ ستمبر ۱۹۸۵ء

(م)

مخالفین اسلام اور جزیہ	سید سلیمان ندوی	الندوۃ اگست ۱۹۱۱ء
مستشرقین یورپ ۱۸۵۰ء سے ۱۹۱۱ء تک	"	الندوۃ نومبر ۱۹۱۱ء دسمبر ۱۹۱۲ء
مستشرقین یورپ اور محبت الٰہی اور اسلام	"	معارف جولائی ۱۹۲۳ء
مستشرقین یورپ اور محمد بن عمر الواقدی	"	معارف جنوری ۱۹۲۶ء
مستشرقین یورپ اور کتب خانہ اسکندریہ	علامہ شبلی نعمانی	رسائل شبلی
معرکۂ مذہب و سائنس، مصنفہ ڈریپر مترجم: مسٹر ظفر علی خاں بی اے	"	الندوہ جلد ۷ عدد ۸ شعبان ۱۳۲۸ھ
مکہ معظمہ کی قدامت	"	سیرۃ النبی اول صہ ۱۰۸-۱۱۱
مذہبی انتظامات	"	" دوم صہ ۶۷ مطبوعہ ۱۹۱۸ء
مستشرقین اور طب اسلامی	حکیم محمد سعید دہلوی ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی	دیکھئے سلسلہ اسلام اور مستشرقین جلد دوم
مستشرقین کے افکار و نظریات کے	پروفیسر خلیق احمد نظامی	ایضاً

مختلف دور، طریقۂ کار کا تجزیہ اور اصلاح حال	شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ	
مستشرقین اور علوم اسلامیہ	شیخ نذیر حسین مدیر اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جامعہ پنجاب لاہور	معارف جلد ۱۲۹ عدد ۶ جون ۱۹۸۲ء
مستشرقین، استشراق اور اسلام	ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی	معارف جلد ۱۳۰ عدد ۳ ستمبر ۱۹۸۲ء
مستشرقین کے تصور اسلام کا تاریخی پس منظر	پروفیسر خواجہ احمد فاروقی	معارف جلد ۱۳۰ عدد ۵ نومبر ۱۹۸۲ء
مستشرقین اور اسلام	الاستاذ انور الجندی ترجمہ حافظ عمیر الصدیق ندوی	معارف جلد ۱۳۰ عدد ۶ دسمبر ۱۹۸۲ء
مستشرقین اور سیرت نبوی	ڈاکٹر عماد الدین خلیلی ترجمہ حافظ محمد عمیر الصدیق ندوی	دیکھئے سلسلۂ اسلام اور مستشرقین جلد دوم مطبوعہ مطبع معارف اعظم گڑھ
مستشرقین اور تاریخ ترکی	ڈاکٹر اکمل ایوب	ایضاً۔
مستشرقین کی خدمات اور ان کے حدود	جناب سید وحید الدین	ایضاً۔
مستشرقین کے بارے میں مولانا ابوالحسن علی ندوی کے ارشادات	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	ایضاً۔ موصوف مذکور کے خطبۂ صدارت کا خلاصہ
مستشرق شاخت اور فقہ	ڈاکٹر محمد انس زرقاء ترجمہ: محمد عارف اعظمی عمری	معارف جلد ۱۲۹ عدد ۲ فروری ۱۹۸۲ء
مستشرق نولدیکی اور قرآن مجید	محمد اویس ندوی	معارف دسمبر ۱۹۴۲ء
مستشرقین کی تحریک	مولانا ابوالحسن علی ندوی	دیکھئے موصوف کی کتاب "مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں باتیں"۔ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام بار اول ۱۳۹۳ھ ۱۹۷۳ء
مستشرقین کی بے خبری	پروفیسر احمد رایت النفاخ	
مستشرقین اور احادیث رسول	عبدالوہاب حمودی	
مستشرقین اور تحقیقات اسلامی	مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی	یہ مقالہ ہمدرد راولپنڈی میں ۲۰ ستمبر ۱۹۶۱ء

		کو پڑھا گیا نیز کتابچہ کی شکل میں مکتبہ علی کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔
مستشرقین کی تحقیقات پر تحقیق کی ضرورت	ڈاکٹر پیر محمد حسن	فکر و نظر اسلام آباد مئی ۱۹۷۶ء
مستشرقین کی مفلسی	ایہاب محمد مہدی (ہالینڈ) ترجمہ: انظار احمد قاسمی (علی گڑھ)	ماہنامہ زندگی نو جلد ۱۳ عدد ۵ مئی ۱۹۹۱ء شوال ۱۴۱۱ھ
مستشرقین کا فن سیرت نگاری اور مسلمانوں کی ذمہ داری	ڈاکٹر محمد ذکی	تحقیقات اسلامی جلد ۳ شمارہ ۲ اپریل جون ۱۹۸۴ء
مستشرقین کے نزدیک نبوت اور وحی کے دلائل	مولانا ضیاء الدین اصلاحی	معارف جلد ۱۲۸ عدد ۳ ستمبر ۱۹۸۱ء
مستشرقین کے اعتراضات کی نشر و اشاعت کس طرح ہوتی ہے	الاستاذ نذیر حمدان ترجمہ مولانا ضیاء الدین اصلاحی	معارف جلد ۱۳۳ عدد ۱ جنوری ۱۹۸۴ء
مستشرقین کے حملوں کا جواب اور اس کا دفاع	ڈاکٹر عبید اللہ فراہی	دیکھئے کتاب علامہ شبلی کا نظریہ تعلیم (اختلافات کے پس منظر میں) مطبوعہ ۱۹۸۸ء
مستشرقین کی فتنہ انگیزیاں	"ع۔ ص"	معارف جلد ۱۲۸ عدد ۶ دسمبر ۱۹۸۱ء
مستشرقین اور سنت نبوی	عرفان غازی	سیارہ ڈائجسٹ رسول نمبر ۲ شمارہ ۶ نومبر ۱۹۸۳ء
مسلم پرسنل لاء اور مستشرقین	جناب محمد فاروق خاں	ماہنامہ زندگی رامپور جلد ۵۰ شمارہ ۲ فروری ۱۹۸۴ء
مذاکرات	مولانا عبد اللہ عباس ندوی	ماہنامہ فکر و نظر دہلی جلد ۶ شمارہ ۵۰۳ جولائی / ستمبر ۱۹۸۹ء
موتمر مستشرقین عالم کا ایکسپوس اجلاس ماسکو	ڈاکٹر محمد حمید اللہ پیرس	معارف جلد ۸۶ عدد ۵ نومبر ۱۹۶۰ء
موتمر مستشرقین عالم کا اجلاس میونک ۱۹۵۸ء	ڈاکٹر محمد حمید اللہ پیرس	معارف جلد ۸۱ عدد ۳ مارچ ۱۹۵۸ء
مشہور مستشرقین اور ان کی تصنیف (جائزہ اور تعارف)	جناب سلمان شمسی ندوی	معارف جلد ۱۰۶ عدد ۶ دسمبر ۱۹۷۰ء

مشکن یونیورسٹی امریکہ میں عربی، فارسی اور ترکی زبان کے قلمی نوادر	جناب احتشام بن حسن	معارف جلد ۱۰۱ عدد ۶ جون ۱۹۶۸ء
مطالعات علوم اسلامیہ اور روس (انقلاب روس سے پہلے)	ڈاکٹر کبیر احمد جائسی	تحقیقات اسلامی جلد ۴ شمارہ ۲ اپریل جون ۱۹۸۵ء
مسلم بک ریویو قرآن نمبر	تعارف وتبصرہ ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی	مجلہ علوم القرآن جلد ۳ شمارہ ۲،۱ جنوری دسمبر ۱۹۸۸ء
مغرب میں اسلام کا مطالعہ	ڈاکٹر محمد خالد مسعود	سہ ماہی فکر ونظر اسلام آباد جلد ۲۸ شمارہ ۲ رجب۔رمضان ۱۴۱۱ھ جنوری مارچ ۱۹۹۱ء
محمد بن عبدالوہاب مستشرقین کی نظر میں۔	پروفیسر محمد اسلم	ماہنامہ الرشاد جلد ۸ شمارہ ۳۷ اگست ۱۹۸۲ء وجلد ۱۵ شمارہ ۶،۷،۸ دسمبر جنوری ۱۹۸۶ء ۱۹۸۸ء
منٹگمری واٹ کی کتاب محمد ایٹ مکہ پر ایک نظر	سید صباح الدین عبدالرحمن	دیکھئے سلسلۂ اسلام اور مستشرقین جلد دوم ومعارف جلد ۱۳۲ عدد ۴،۵ اپریل ومئی ۱۹۸۳ء نیز سہ ماہی فکر ونظر اسلام آباد جلد ۲۵ شمارہ ۳ جنوری مارچ ۱۹۸۸ء
مسلمانوں کا ذخیرۂ علوم وفنون اور مستشرقین	مولانا ابوالکلام آزاد	معارف جلد ۱۳۶ عدد ۵ نومبر ۱۹۸۵ء نیز الندوہ اکتوبر ۱۹۰۵ء
مطالعہ سیرت اور مستشرقین	ڈاکٹر نثار احمد	معارف جلد ۱۳۲ عدد ۶ جون ۱۹۸۳ء وجلد ۱۳۲ عدد ۱، ۲، ۴، ۵ ۱۹۸۸ء نیز نقوش رسول نمبر ۱۱ جنوری ۱۹۸۵ء (اس میں یہ مضمون مستشرقین اور مطالعہ سیرت کے عنوان سے معنون ہے۔)

	(ن)	
نبی کریمؐ غیر مسلموں کی نظر میں	ڈاکٹر محمد خالد مسعود	منتخب نگارشات بعنوان پیغمبر اخلاق ترتیب صاحبزادہ ساجد الرحمٰن، شعبہ دعوت وارشاد ادارہ تحقیقات اسلامی پاکستان۔
نبی کریمؐ غیر مسلموں کی نظر میں	ڈاکٹر محمد خالد مسعود	مقالات سیرت ترتیب محمد میاں صدیقی مطبوعہ ۱۹۸۶ء بار سوم ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد
نبوت محمد کے مطالعہ میں منٹگمری واٹ کا طریقہ کار	ڈاکٹر جعفر شیخ ادریس ترجمہ محمد ثناء اللہ ندوی	تحقیقات اسلامی جلد ۹ شمارہ ۳ جولائی ستمبر ۱۹۹۰ء وجلد ۹ شمارہ ۴ اکتوبر دسمبر ۱۹۹۰ء
	(و)	
ولفریڈ کینٹویل اسمتھ تعارف وتجزیہ	ڈاکٹر مشیر الحق (جامعہ ملیہ)	معارف جلد ۱۳۱ عدد ۱ جنوری ۱۹۸۳ء
وحی از روئے قرآن اور مدعی کا تضاد بیان (مستشرق کے خیالات کی تردید)	سید سلیمان ندوی	معارف جلد ۲۶ عدد ۵ نومبر ۱۹۳۰ء
	(ہ)	
ہارون رشید خلیفہ عباسی پر پادری کا الزام اور اس کی تردید	علامہ شبلی نعمانی	المامون ص ۱۵۹-۱۶۲ (حاشیہ)
ہجرت حبشہ کی وجہ	"	سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۷۵
ہمارے عصری تعلیمی اداروں پر مستشرقین کے اعتراضات	مولانا قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی	دیکھئے سلسلۂ اسلام اور مستشرقین جلد دوم ص ۱۸۶ - ۱۹۰
ہجرت کے بارے میں مستشرقین کا موقف	عبد الرحمان پرواز اصلاحی	معارف جلد ۱۲۸ عدد ۴ اکتوبر ۱۹۸۱ء
ہنگری کے مستشرقین اور ان کے علمی کارنامے	جناب قاضی اطہر مبارکپوری	معارف جلد ۸۸ عدد ۱ جولائی ۱۹۶۱ء

(ی)

یورپ اور قرآن کے عدیم الصحت ہونے کا دعویٰ	علامہ شبلی نعمانی	دیکھئے سلسلۂ اسلام اور مستشرقین جلد چہارم مرتب مولانا عبدالرحمٰن پرواز اسلامی، مقالات شبلی جلد ۱
یورپ کے مستشرقین اور کتب خانہ اسکندریہ	سید سلیمان ندوی	الندوہ اگست ۱۹۱۰ء و دسمبر ۱۹۱۱ء
یورپ میں اسلام کی اشاعت	ترجمہ جناب مولوی ابوالبقاء ندوی	معارف جلد ۹۳ عدد ۴ اپریل ۱۹۶۴ء

مکتبہ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ

مکتبہ تحقیق و تصنیف اسلامی نے اپنی اردو اور انگریزی مطبوعات کے علاوہ دیگر اہم مکتبوں کی بلند پایہ علمی و دینی کتب کی فراہمی کا انتظام کیا ہے۔ تفسیر، حدیث، سیرت اور تاریخ اسلام سے متعلق چند اہم کتب کی فہرست دی جا رہی ہے۔ ان کے علاوہ دیگر کتب بھی یہاں سے فراہم کی جا سکتی ہیں۔ منیجر

فی ظلال القرآن دوم	۸۵/-	تدوین حدیث (مولانا مناظر احسن گیلانی)	[illegible]
" سوم	۱۰۰/-	تاریخ الخلفاء (امام سیوطی)	[illegible]
" پارہ عم	۹۰/-	مقدمہ ابن خلدون ۲ جلدیں	۱۵۰/-
تفہیم القرآن مکمل ۶ جلدیں	۵۰۵/-	سیرت النبی (ابن ہشام) ۲ جلدیں	۲۲۵/-
تلخیص تفہیم القرآن	۱۶۰/-	رحمۃ للعالمین	۱۲۵/-
ترجمۂ قرآن (مختصر حواشی)	۹۰/-	سیرت سرور عالم اول و دوم	۱۷۰/-
تفسیر ابن کثیر مکمل	۴۷۰/-	الفاروق	۳۰/-
بخاری شریف مکمل (مترجم)	۴۹۰/-	حیات ابوحنیفہ (ابوزہرہ مصری)	[illegible]
مسلم شریف " "	۳۵۰/-	رسول رحمت (ابوالکلام آزاد)	۱۲۵/-

پتا: پان والی کوٹھی، دودھ پور علی گڑھ ۲۰۲۰۰۱

غذا کا استعمال

(اسوۂ حسنہ کی روشنی میں)

سید جلال الدین عمری

جسم کے لیے غذا کی جتنی اہمیت ہے اتنی ہی اہمیت اس بات کی ہے کہ وہ اصول صحت کے مطابق ہو۔ اس کے بغیر ہی نہیں کہ غذا سے کما حقہ فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا بلکہ بسا اوقات وہ صحت کے لیے مضر اور نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔ غذا سے متعلق اسلام کی تعلیمات میں اصولِ صحت کی پوری رعایت موجود ہے۔ ان پر عمل سے صحت پر خوش گوار اثرات مرتب ہوتے ہیں اور آدمی امراض سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ یہاں پہلے بعض عمومی ہدایات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد یہ واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ شریعت نے کھانے کا کیا طریقہ بتایا ہے اور اس سلسلہ میں کن آداب کو ملحوظ رکھنے کی تعلیم دی ہے۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ شریعت نے جن باتوں کی رعایت کی تعلیم دی ہے ان کا ہماری صحت سے کتنا گہرا تعلق ہے؟

میٹھے پانی کا اہتمام

صحت کے لیے صاف اور میٹھے پانی کی بنیادی اہمیت ہے۔ گندے اور ناپاک پانی سے بہت سی بیماریاں پھیلتی ہیں۔ صاف اور شیریں پانی استعمال ہو تو آدمی ان بیماریوں سے محفوظ رہ سکتا ہے اور اس کی صحت برقرار رہ سکتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے اس کا اہتمام ثابت ہے۔

حضرت ابو طلحہؓ کا کھجور کا ایک باغ 'بیرحاء' نام کا تھا۔ یہ مسجدِ نبوی کے سامنے واقع تھا۔ اس کا پانی صاف اور میٹھا تھا۔ روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کا پانی نوش فرماتے تھے[1]

[1] بخاری، کتاب الاشربہ، باب استعذاب الماء

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے لیے میٹھے پانی کا خاص اہتمام بھی ہوتا تھا۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ پہونچ کر آپ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مہمان ہوئے۔ وہ آپ کے لیے حضرت انسؓ کے والد مالک بن نضر کے کنویں سے میٹھے پانی کا انتظام کرتے تھے۔[۱]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بیوت سقیاء سے آپ کے لیے پانی لایا جاتا تھا۔ مدینہ سے اس کا کافی فاصلہ تھا۔ امام قتیبہ کا بیان ہے کہ دو دن کا فاصلہ تھا۔[۲]

رباح الاسود جو آپؐ کے غلام تھے وہ ایک مرتبہ آپ کے لیے بئر عرس سے پانی لاتے تو دوسری بار بیوت سقیاء سے فراہم کرتے۔

حضرات انسؓ، ہندؓ اور حارثہؓ جو حضرت اسماءؓ کی اولاد ہیں ازواج مطہرات کے گھروں میں بیوت سقیاء سے پانی پہونچاتے تھے۔[۳]

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے بھوک محسوس کی۔ آپ ایک انصاری (حضرت ابوالہیثمؓ) کے گھر کی طرف چلے تو دونوں بزرگ بھی ساتھ ہو گئے۔ جب گھر پہونچے تو ان کی اہلیہ نے خوش آمدید کہا اور بتایا ذھب یستعذب الماء کہ وہ میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ اتنے میں ابوالہیثمؓ بھی پہونچ گئے اور آپ حضرات کی ضیافت کی۔[۴]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اپنے اور گھر والوں کے لیے میٹھے پانی کا اہتمام فرماتے تھے۔ ابن بطال کہتے ہیں کہ میٹھے پانی کا اہتمام زہد کے منافی نہیں ہے۔ یہ تعیش بھی نہیں ہے جس کی مذمت کی گئی ہے۔ میٹھا پانی پینا اور اسے منگوانا مباح ہے۔ صلحاء کا اس پر عمل رہا ہے۔ کھاری پانی کے استعمال میں کوئی فضیلت نہیں ہے۔[۵]

غذا کا اہتمام کیا جا سکتا ہے

جسم کی بہتر نشوونما اور صحت کے لیے اچھی اور مناسب غذا ضروری ہے۔ اس کا

---

[۱] فتح الباری: ۱۰/۷۲ [۲] ابوداؤد، کتاب الاشربہ، باب فی الیکا، الآنیۃ

[۳] فتح الباری: ۱۰/۷۲

[۴] اس واقعہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مسلم، کتاب الاشربہ، باب جواز استتباعہ غیرہ الی دار من یثق برضاہ۔

[۵] فتح الباری: ۱۰/۷۲-۷۵

اہتمام تقویٰ اور دین داری کے خلاف نہیں ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح ہو چکا تھا۔ میں بہت دبلی پتلی تھی۔ میری والدہ چاہتی تھیں کہ میں تندرست اور موٹی ہو جاؤں تاکہ رخصتی ہو سکے۔ اس کے لیے وہ بطور علاج بہت سی چیزیں کھلایا کرتی تھیں لیکن ان کی طرف میری بالکل رغبت نہیں ہوتی تھی۔ پھر انھوں نے مجھے کھجور اور ککڑی کا استعمال کرایا تو میں خوب موٹی ہو گئی[1]

اچھی اور عمدہ غذاؤں کا جواز

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے دین کی خاطر فقر و فاقہ بھی کیا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اچھا کھلایا تو اچھا کھایا بھی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحب الحلوا والعسل[2]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حلوا اور شہد کو پسند فرماتے تھے۔

امام نووی علماء کی رائے نقل فرماتے ہیں کہ حلوہ سے مراد کوئی خاص قسم کا حلوہ نہیں ہے بلکہ میٹھی چیز ہے۔ شہد کا الگ سے ذکر اس کی اہمیت کی وجہ سے ہے۔[3] اس حدیث میں ہر طرح کی لذیذ غذائیں اور پاکیزہ چیزیں کھانے کا جواز موجود ہے۔ یہ چیز زہد و مراقبہ (توجہ الی اللہ) کے منافی نہیں ہے، خاص طور پر اگر وہ اتفاق سے مل جائے۔[4]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انسؓ ایک پیالہ کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں:۔

لقد سقیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقدحی ھذا الشراب کلہ العسل والنبیذ والماء[5]	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس پیالہ سے شہد، نبیذ، پانی اور دودھ سب ہی مشروبات پلائے ہیں۔

---

[1] ابو داؤد، کتاب الطب، باب فی السمنۃ۔ ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب القثاء والرطب بالقثاء۔

[2] بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الحلوا والعسل۔ مسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الکفارۃ علی من حرم امرأتہ ولم ینو الطلاق۔

[3] نووی: شرح مسلم ج ۴ جزء ۱۰ ص ۷۷

[4] مسلم، کتاب الاشربۃ، باب اباحۃ النبیذ۔ نسائی کی روایت میں حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ حضرت ابو اسید کے پاس ایک لکڑی کا پیالہ تھا۔ اس کے بارے میں انھوں نے کہا کہ میں نے اس پیالہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اور اس طرح کی بعض دوسری عمدہ غذائیں استعمال فرمائی ہیں۔ ان سے عمدہ غذاؤں کا جواز نکلتا ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں۔

علماء کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ کھانے پینے میں تنوع اور وسعت اختیار کرنا جائز ہے۔ سلف میں سے بعض نے اس کے خلاف رائے دی ہے لیکن اسے اس بات پر محمول کرنا چاہیے کہ کسی دینی مصلحت کے بغیر خوب کھانے پینے اور عیش و عشرت کی زندگی گزارنے کا عادی ہو جانا مکروہ ہے[1]

ابوالحسن علی بن المفضل المقدسی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کہیں یہ منقول نہیں ہے کہ آپ نے کسی کھانے سے محض اس لیے اجتناب کیا ہو کہ وہ عمدہ اور نفیس ہے بلکہ آپ حلوہ، شہد، ککڑی اور کھجور (جیسی لذیذ چیزیں بھی) کھاتے رہے ہیں۔ البتہ آپ اس میں تکلف کو ناپسند فرماتے تھے کیونکہ اس سے آدمی آخرت کے اعلیٰ مقاصد سے ہٹ کر دنیا کی خواہشات میں لگ جاتا ہے۔ علامہ قرطبی اسے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں اللہ نے چاہا تو اس مسئلہ میں یہ صحیح نقطۂ نظر ہے[2]

امام ابن قیمؒ کھانے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ بیان کرتے ہیں کہ جو موجود ہوتا اسے رد نہیں فرماتے اور جو موجود نہ ہوتا بہ تکلف اسے حاصل کرنے کی کوشش نہ کرتے تھے۔ پاک اور حلال چیزوں میں سے جو چیز بھی پیش کی جاتی تناول فرماتے الا یہ کہ طبیعت اسے قبول نہ کرے اور کراہت محسوس ہو لیکن اسے حرام اور ممنوع نہیں قرار دیتے۔ کبھی کسی کھانے میں عیب نہ نکالتے۔ جی چاہا کھا لیا اور جی نہ چاہا چھوڑ دیا۔

جو غذائیں آپ نے استعمال فرمائیں ان کے متعلق فرماتے ہیں۔ حلوہ اور شہد استعمال فرمایا انھیں آپ پسند فرماتے تھے۔ اونٹ، بھیڑ، بکری، مرغی اور حباری (مرغابی جیسا ایک پرندہ) کا گوشت، اسی طرح جنگلی گدھے اور خرگوش کا گوشت تناول فرمایا۔ مچھلی کھائی۔ علامہ ابن قیمؒ مزید فرماتے ہیں کہ آپ نے حسب ذیل غذائی اشیاء استعمال فرمائیں۔ کھجور اور چھوہارے خالص

= کو پانی، شہد، دودھ اور نبیذ ہر طرح کا مشروب پلایا ہے۔ کتاب الاشربہ، باب ذکر الاشربۃ المباحۃ

[1] نووی شرح مسلم ج ۵ جزء ۱۳ ص ۲۲۷

[2] قرطبی: الجامع لاحکام القرآن ج ۷ جزء ۷ ص ۱۲۷

اور پانی ملا ہوا دودھ، (شہد) پانی کے ساتھ شہد، نبیذ، خزیرہ جو دودھ اور آٹے سے بنتا ہے۔ گکڑی کھجور کے ساتھ، پنیر، روٹی سے کھجور، رکے سے روٹی، ثرید، جو گوشت اور روٹی سے تیار ہوتا ہے۔ چربی گرم کر کے اس سے روٹی بگھی بھنی ہوئی، گوشت کے پارچے (پسند سے) پکی ہوئی لوکی (کدو) اسے پسند فرماتے تھے، ہڈی والا گوشت، ثرید گھی کے ساتھ، دہی، گکڑی کھجور کے ساتھ، کھجور مکھن سے، اسے پسند فرماتے تھے۔ فرماتے ہیں آپ کا اسوہ یہ تھا کہ جو میسر آتا تناول فرماتے۔ میسر نہ ہوتا تو صبر فرماتے۔ آپ نے بھوک سے پیٹ پر پتھر بھی باندھے ہیں۔ کبھی مہینہ پر مہینہ گزر جاتا آپ کے گھر کا چولھا نہ جلتا۔[1]

---

[1] ابن قیم: زاد المعاد: ۲/۱۱۸۔ امام ابن قیمؒ نے جو تفصیلات بیان کی ہیں ان پر اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔ انھوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر و فاقہ کا جو ذکر کیا ہے اس سلسلہ کی بعض روایات یہاں پیش کی جا رہی ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے۔ ما شبع آل محمدؐ من طعام ثلاثة ایام حتی قبض۔ بخاری، کتاب الاطعمہ، باب قول اللہ کلوا من طیبات ما رزقناکم، مسلم کتاب الزہد والرقاق۔ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم (کے گھر والوں) نے تین دن (مسلسل) سیر ہو کر نہیں کھایا یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ ما شبع آل محمدؐ منذ قدم المدینة من طعام برّ ثلاث لیال تباع حتی قبض۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی واصحابہ الخ مسلم کتاب الزہد والرقاق (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ آنے کے بعد سے وفات تک تین دن مسلسل گیہوں نہیں کھایا) ایک روایت میں ہے۔ فرماتی ہیں: کان یأتی علینا الشہر ما نوقد فیہ نارا انما ہو التمر والماء، الا ان نؤتی باللحیم۔ بخاری حوالہ سابق (ہم پر ایک ایک مہینہ گزر جاتا کہ ہم چولھا نہیں جلاتے تھے۔ بس کھجور اور پانی پر بسر ہوتی تھی۔ الا یہ کہ کہیں سے کچھ گوشت آجاتا۔)

حضرت عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا، ہم لوگ (کبھی) ایک ہلال کے بعد دوسرا اور تیسرا ہلال دیکھتے (مسلسل دو ماہ گزر جاتے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی۔ میں نے کہا اے خالہ جان! آپ بزرگوں کی غذا کیا ہوتی تھی؟ فرمایا کھجور اور پانی۔ البتہ بعض انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی تھے ان کو دودھ والے جانور رہتے ہوتے تھے وہ دودھ بھیج دیا کرتے تھے۔ یہ آپ ہمیں پلاتے۔ (بخاری و مسلم، حوالہ سابق) آپ نے جو چیزیں بیان کیں ان کی وجہ ابتدائی دور میں عسرت و تنگی اور غذائی قلت بھی ہو سکتی ہے اور فتوحات کے بعد ایثار و ترجیح =

اسلام جسم کے تقاضوں کو نظر انداز نہیں کرتا کہ اس سے رہبانیت اور دنیا سے بے تعلقی کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔ وہ تعیش اور تنعم کا بھی مخالف ہے۔ اس لیے کہ تعیش پسند آدمی کسی مقصد کے لیے معمولی سی تکلیف برداشت کرنے کا بھی حوصلہ کھو بیٹھتا ہے۔ اسلام جو اعلیٰ مقاصد سامنے رکھتا ہے اس کے ساتھ تعیش کی زندگی میل نہیں کھاتی۔ وہ اس بات کو صحیح نہیں سمجھتا کہ آدمی تکلفات کا اس قدر عادی ہو جائے کہ مشکلاتِ حیات کو برداشت نہ کر سکے اور دشواریوں میں اس کے قدم لڑکھڑانے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ اسی حقیقت کی شہادت دیتی ہے۔ آپ کو حلوہ اور شہد مرغوب تھا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عمدہ غذائیں اللہ کی نعمت ہیں ان کا استعمال نہ تو تقویٰ کے منافی ہے اور نہ مادیت پرستی ہے لیکن اس کے ساتھ جیسا کہ علامہ خطابی اور ابن تین نے کہا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ کے اندر اس کی غیر معمولی خواہش اور طلب پائی جاتی تھی یا اس کی تیاری میں اہلِ تعیش و تنعم کی طرح اہتمام ہوتا تھا بلکہ جب آپ کے سامنے میٹھی چیز پیش کی جاتی تو آپ اسے رغبت کے ساتھ مناسب مقدار میں تناول فرماتے جس سے معلوم ہوتا کہ آپ اسے پسند فرما رہے ہیں[1]۔

سادگی پسندیدہ ہے

اسلام ہر معاملہ میں سادگی چاہتا ہے۔ غذا کے بارے میں بھی اس کی یہی تعلیم ہے پر تکلف اور مرغن غذاؤں کا استعمال نہ صرف یہ کہ مفید نہیں بلکہ سخت مضر اور نقصان دہ ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ بتاتا ہے کہ آپ کی غذا بہت سادہ تھی۔ حضرت سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشت سے

سے اور غریبوں اور ناداروں کے ساتھ ہمدردی بھی۔ یہ ساری تفصیلات بتاتی ہیں کہ آپ نے مختلف اوقات میں اچھی غذائیں استعمال فرمائیں کسی عمدہ غذا سے احتراز نہیں فرمایا لیکن ساتھ ہی دین کی خاطر آخر وقت تک سخت سے سخت تکلیفیں بھی اٹھائیں۔ بھوک کی شدتوں اور فاقوں کو کبھی اس راہ میں حائل ہونے نہیں دیا۔

[1] ابن حجر فتح الباری ۹/۵۵۷ یہی بات حافظ ابن حجر نے دوسری جگہ ابو سلیمان داری کے حوالے سے بھی کہی ہے۔ ۱۰/۸۱۰۔

لے کر وفات تک چھنے ہوئے آٹے کی صفیر روٹی نہیں دیکھی۔ آپ نے چھلنی بھی نہیں دیکھی۔ حضرت سلمہ نے دریافت کیا کہ کیا آپ لوگ آٹا چھانے بغیر استعمال کرتے تھے؟ حضرت سہل نے فرمایا کہ گیہوں پیسنے کے بعد اس میں پھونک مار کر بھوسی اڑا دیتے۔ اس سے جتنی بھوسی نکلنی ہوتی نکل جاتی۔ جو بچ جاتا اسے پانی میں بھگو دیتے (اسی کی روٹی پک جاتی)[1]

عرب میں چھلنی کا رواج نہیں تھا لیکن قریب کے علاقوں شام وغیرہ میں رواج تھا۔ آپ چاہتے تو اس کا استعمال ہو سکتا تھا لیکن آپ نے استعمال نہیں فرمایا۔ اس سے آپ کی سادگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ طبی نقطۂ نظر سے بھی مفید ہے۔ چھلنی کے ذریعہ بھوسی الگ ہو جاتی ہے اور نرم و ملائم آٹا باقی رہ جاتا ہے۔ اس کی روٹی کھانے میں لذیذ تو ہوتی ہے لیکن معدہ کے لیے نقصان دہ ہے۔ بھوسی کے شامل ہونے کے بعد تجربہ بتاتا ہے اور طب اس کی تائید کرتی ہے کہ روٹی معدہ پر گراں نہیں ہوتی۔ اس سے ہضم میں مدد ملتی ہے اور قبض رفع ہوتا ہے۔ بھوسی کا استعمال بعض جلدی امراض میں بھی مفید ہے۔ اس میں بعض ایسے قیمتی وٹامن پائے جاتے ہیں جو صحت کے لیے بہت ضروری ہیں۔ آج کے ترقی یافتہ ممالک میں بھوسی کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر آٹے میں متعین مقدار میں اسے ملانے کا مشورہ دیا جاتا ہے[2]

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت انسؓ کی خدمت میں موجود تھے ان کا نان بائی ان کے پاس تھا، انھوں نے ہم سے فرمایا۔

ما اکل النبی صلی اللہ علیہ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی بڑی
وسلم خبزا مرققا ولا شاۃ	پتلی روٹی کھائی اور نہ بھنی ہوئی بکری۔
مسموطۃ حتی لقی اللہ[3]	یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ گئے۔

---

[1] بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب النفخ فی الشعیر، نیز باب ما کان النبیؐ واصحابہ یاکلون۔

[2] بے چھنے آٹے یا بھوسی کی افادیت اپنی جگہ مسلّم لیکن یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ چھلنی کا استعمال ناجائز نہیں ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں چھلنی کا مقصد غذا کو صاف کرنا ہے۔ یہ چیز جب تک تعیش اور تنعم کی حد کو نہ پہونچ جائے مباح ہے۔ احیاء العلوم: ۳/۲

[3] بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب الخبز المرقق۔ بعض اور روایات میں اس کا پس منظر بیان ہوا ہے۔ اس =

اوپر کی حدیث میں کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے چھنا آٹا استعمال فرماتے تھے۔ چھنے ہوئے آٹے کی سفید روٹی آپ نے دیکھی تک نہیں۔ یہی بات اس حدیث میں اس طرح کہی گئی ہے کہ آپ نے 'خبز مرقق' یعنی پتلی روٹی جو بڑی بڑی پکائی جاتی تھی کبھی نہیں کھائی۔

حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بھنی ہوئی بکری کبھی استعمال نہیں کی۔ اس کے لیے 'شاۃ مسموطۃ' کا لفظ آیا ہے۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ بکری کا چھوٹا سا بچہ ذبح کرکے کھولتے ہوئے پانی سے اس کے بال اور رواں نکال دیے جاتے اور کھال کے ساتھ اسے بھون دیا جاتا۔ کبھی براہ راست آگ پر اور کبھی پتھر گرم کرکے اس پر بھونا جاتا۔ یہ خوش حال لوگوں کا طریقہ تھا۔ وہ آسانی سے چھوٹے جانور ذبح کرسکتے تھے لیکن کسی غریب اور نادار شخص کے لیے یہ تکلف مشکل تھا۔ وہ یہ سوچتا کہ بکری بڑی ہوگی تو کام آئے گی، بچے دے گی، اس کا دودھ استعمال کرے گا۔ بعد میں ذبح بھی کرے گا تو اس کا گوشت کھائے گا اور کھال استعمال کرے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معیارِ زندگی غریبوں سے قریب تر تھا۔ آپ نے اس طرح بھنا ہوا بکری کا بچہ استعمال نہیں فرمایا۔ اس سے ہٹ کر گوشت اہلِ عرب کی غذا کا ضروری جزو تھا۔ آپ کی غذا میں بھی شامل تھا۔ آپ نے گوشت کے مختلف اجزاء کھائے ہیں اچھا اور ملائم گوشت پسند فرمایا ہے اور بھنا ہوا گوشت بھی کھایا ہے۔ شانہ اور دست کا گوشت عمدہ اور نفیس ہوتا ہے، جلد تیار رہتا اور جلد ہضم ہوتا ہے۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھنا ہوا بازو پیش کیا۔ آپ نے تناول فرمایا۔ اس کے بعد (پہلے سے ہو وضو تھا اس سے) نماز پڑھی (الگ سے) وضو نہیں فرمایا۔[1]

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا اور دست پیش کیا گیا۔ آپ کو دست پسند تھا۔ دندانِ مبارک سے نوچ کر اسے کھایا۔[2]

---

[1] سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انسؓ کے لیے دسترخوان بچھتا، دو طرح کے کھانے چنے جاتے نان بالی عمدہ قسم کا سفید اور ملائم آٹا گھی میں گوندھ کر روٹی پکاتا، وہ احباب کو کھلاتے اور بتاتے کہ آج یہ خوش حالی میسر ہے لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی سخت اور عسرت کی زندگی گزاری اور اسی حال میں اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ فتح الباری: ۹/۵۴۱ [2] ترمذی، کتاب الاطعمہ، باب ماجاء فی اکل الشواء۔ نسائی، کتاب الطہارۃ، باب ترک الوضوء مما غیرت النار کھانے کے بعد وضو ضروری ہے یا نہیں اس سے متعلق مزید روایات آگے آرہی ہیں، وہیں اس پر بحث بھی ہوگی۔ [3] ترمذی، کتاب الاطعمہ، باب ماجاء فی ای اللحم کان احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہڈی کا گوشت بہت عمدہ ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ گوشت لگی ہوئی ہڈیوں میں بکری کی ہڈی جس پر گوشت ہو آپ کو زیادہ پسند تھی۔[1]

عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدیؓ کہتے ہیں کہ ہم نے مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھنا ہوا گوشت کھایا۔ اتنے میں اقامت کہی گئی۔ ہم نے ہاتھ کنکریوں (ریت) پر رگڑ کر صاف کیے اور نماز پڑھی۔ وضو نہیں کیا۔[2]

ان واقعات سے جو مختلف سیاق و سباق میں آئے ہیں ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت مرغوب تھا۔ آپ نے گوشت روٹی کے ساتھ بھی کھایا اور کبھی کسی چیز کے بغیر صرف گوشت بھی تناول فرمایا ہے۔

غذا ذوق اور مزاج کے مطابق ہو۔

غذا ایسی ہونی چاہیے، جو صحت کے لیے مفید ہو۔ ایسی چیزوں کے استعمال سے احتراز کرنا چاہیے جو صحت اور تندرستی کے لیے نقصان دہ ہوں۔ اسی طرح جو چیزیں اچھی لگیں اور جن کی خواہش اور طلب طبیعت میں پائی جائے وہی غذا میں شامل ہونی چاہیں۔ غیر مرغوب اور ناپسندیدہ غذا کو طبیعت قبول نہیں کرتی، اور اس سے پورا فائدہ نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب کھانا آتا تو اس کے بارے میں دریافت کرتے۔ اگر مزاج کے مناسب ہوتا تو استعمال کرتے ورنہ استعمال نہیں فرماتے تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ فرماتے ہیں:

وکان قل مایقدم یدہ	آپ اپنا ہاتھ کسی کھانے کی طرف
لطعام حتی یحدث بہ	کم ہی بڑھاتے تھے جب تک کہ اس کے
ویسمّٰی لہ	بارے میں گفتگو نہ کی جائے اور بتا نہ دیا جائے۔

چنانچہ ایک مرتبہ آپؐ کے سامنے بھنا ہوا گوشت آیا۔ جب بتایا گیا کہ یہ گوہ کا گوشت ہے تو آپؐ نے نہیں کھایا، حضرت خالد بن ولیدؓ نے پوچھا کہ کیا یہ حرام ہے؟ آپؐ نے فرمایا حرام نہیں ہے۔ ہمارے علاقہ میں نہیں ہوتا اس لیے کراہت ہو رہی ہے۔[3]

---

[1] ابوداؤد، کتاب الاطعمہ، باب فی اکل اللحم

[2] مسند احمد: ۴/ ۱۹۰-۱۹۱

[3] بخاری، کتاب الاطعمہ، باب ما کان النبیؐ لا یاکل حتّٰی یسمّٰی لہ فیعلم ما ہو۔

حلال کو حرام نہ کر لیا جائے

ذوق اور مزاج کی اہمیت ہے۔ اس پر پابندی نہیں لگائی جا سکتی لیکن جو چیزیں حلال اور طیب ہیں ان سے خواہ مخواہ اجتناب صحیح نہیں ہے۔ عملاً حلال کو حرام اور مباح کو ممنوع قرار دے لینا مزاجِ شریعت کے خلاف ہے۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

ان من الطعام طعاما	کھانوں میں ایک کھانا ایسا ہے کہ اس
اتحرج منه	کے کھانے میں مجھے تکلف اور حرج محسوس ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا:-

لا يتخلجنّ في نفسك	تمہارے دل میں ایسی کوئی چیز کھٹک
شيء ضارعت منه	اور تردد نہ پیدا کرے کہ اس کی وجہ
النصرانية له	سے تم نصرانیت سے مشابہت اختیار کر لو۔

جن غذاؤں کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرا دیا ہے ان کے علاوہ سب ہی غذائیں حلال ہیں۔ ان کے جواز میں شک و تردد اور ان کے استعمال میں بلا وجہ تکلف اور تامل رہبانیت کی طرف لے جاتا ہے۔ اس معاملہ میں شریعت کا اصول حضرت عبداللہ بن عباس اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

اہل جاہلیت بعض چیزیں (بغیر کسی کراہت کے) کھاتے اور بعض چیزوں کا کھانا ان کو ناپسند تھا۔ اس حال میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعثت سے نوازا اپنی کتاب نازل کی، حلال کو حلال کیا اور حرام کو حرام ٹھہرایا۔ اس نے جس چیز کو حلال قرار دیا وہ حلال ہے اور جسے حرام کہا وہ حرام ہے اور جس چیز کا ذکر نہیں کیا اس نے اس سے درگذر کیا۔ (اس کے کھانے پر مواخذہ نہ ہوگا)[۳]

---

[۱] ابو داؤد، کتاب الاطعمہ، باب کراہیۃ التقذر للطعام۔ مسند احمد: ۵/۲۲۶

[۲] ابو داؤد، کتاب الاطعمہ، باب ما لا یذکر تحریمہ

غذائیں ایک دوسرے کی معاون ہوں

کھانے میں ایک سے زیادہ چیزیں ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کا خیال فرماتے تھے کہ وہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے ایک دوسرے کی معاون ہوں اور ان کا ایک ساتھ استعمال نقصان دہ نہ ہو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ساتھ ککڑی کھاتے اور فرماتے کہ کھجور کی حدت کو ہم ککڑی کی ٹھنڈک سے توڑتے ہیں[1]

اسی طرح روایت میں آتا ہے کہ آپ کھجور کے ساتھ مکھن استعمال فرماتے تھے[2] یہ دونوں چیزیں بھی اپنی خصوصیات کے لحاظ سے ایک دوسرے کی معاون ہیں کھجور کی خشکی مکھن سے دور ہوتی ہے۔

گندگی کھانے والے جانور نہ کھائے جائیں

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ غذا صاف ستھری اور گندگی اور آلائش کے اثرات سے بالکل پاک ہو۔ اس مقصد سے اس نے ان حلال جانوروں کا بھی گوشت کھانے اور دودھ پینے سے منع فرمایا ہے جو گندگی کھانے کے عادی ہیں۔ اس لیے کہ اس کے اثرات دودھ اور گوشت میں بھی منتقل ہوتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے:

نہی رسول اللہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
صلی اللہ علیہ وسلم	گندگی کھانے والے جانور کے کھانے
عن اکل جلالۃ	اور اس کا دودھ استعمال کرنے سے
والبانہا[3]	منع فرمایا ہے۔

اس سلسلہ کی بعض اور روایات بھی موجود ہیں۔ علامہ خطابی کہتے ہیں کہ گندگی

---

[1] ابوداؤد، کتاب الاطعمہ، باب الاقران فی التمر عند الاکل [2] حوالہ سابق
[3] ابوداؤد، کتاب الاطعمہ، باب النہی عن اکل الجلالۃ والبانہا۔
ترمذی، ابواب الاطعمہ۔

کھانے والے جانوروں کا گوشت کھانے سے ممانعت کے پیچھے پاکی صفائی اور نفاست کا تصور ہے۔ اس لیے کہ گندگی جس جانور کی غذا ہوگی اس کے گوشت میں بھی بدبو پائی جائیگی۔ یہ اس صورت میں ہے جب کہ گندگی اس کی زیادہ تر غذا ہو۔ لیکن اگر گھاس اور دانہ کے ساتھ گندگی بھی کھالے تو اسے 'جلالہ' (گندگی کھانے والا جانور) نہیں کہا جائے گا۔ اس کی مثال مرغی جیسے حیوان کی ہے کہ بسا اوقات وہ گندگی کھالیتی ہے لیکن یہ اس کی عام غذا نہیں ہے۔ اس لیے اس کا کھانا مکروہ نہیں ہے۔

فقہاء کے درمیان گندگی کھانے والے جانور کے گوشت اور دودھ کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ، ان کے اصحاب، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ ایسے جانور کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔ ان حضرات کے نزدیک اگر اسے کچھ دن گندگی کھانے نہ دیا جائے اور دوسرا چارہ دیا جاتا رہے اور اس کا گوشت خوش گوار ہو جائے تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ اس طرح کی گائے کو چالیس دن تک الگ سے چارہ کھلایا جائے پھر اس کا گوشت کھایا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ (اس طرح کی) مرغی کو تین دن تک گندگی کھانے سے بچائے رکھتے اس کے بعد ذبح کرتے۔

(بعض فقہاء کے ہاں اتنی شدت نہیں ہے) اسحٰق بن راہویہ کہتے ہیں کہ ایسے جانور کا گوشت کھایا تو جاسکتا ہے البتہ اسے اچھی طرح دھولینا چاہیے۔

حضرت حسن بصریؒ اس گوشت کے کھانے میں کوئی حرج نہیں محسوس کرتے۔ امام مالک کی بھی یہی رائے ہے[1] اس مسئلہ میں پہلی رائے جمہور کی رائے ہے اور یہ اسلام کے مزاج سے قریب تر ہے۔

کھانے میں صفائی کا خیال رکھا جائے

کھانے میں صاف ستھری چیزیں استعمال کرنی چاہییں۔ گندی غذا بیماریوں کو جنم دیتی ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ پرانی

---

[1] خطابی، معالم السنن: ۴/ ۲۴۴، ۲۴۵

کھجوریں پیش کی گئیں، آپ نے (انھیں کھانے سے پہلے) باریک کیڑے ان میں سے ڈھونڈ کر نکالے۔ (اور صاف کیا)[۱]

عبداللہ بن ابی طلحہؓ بیان کرتے ہیں کہ آپؐ کے سامنے پرانی کھجوریں لائی جاتیں، تو آپؐ ان میں جو کیڑے ہوتے تھے۔ انھیں خوب اچھی طرح نکال دیتے تھے[۲]

کھانے کے برتن کھلے نہ رکھے جائیں

غذا میں پاکی صفائی کا جو اہتمام مطلوب ہے اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے۔ کھانے پینے کی چیزیں ڈھک کر رکھی جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ کھانے پینے کے برتن کھلے نہ رکھے جائیں۔ اس لیے کہ کھلے برتنوں میں ایک تو کھانا گرد و غبار سے محفوظ نہیں رہ سکتا دوسرے یہ کہ ان پر مکھیاں اور مچھر وغیرہ آسانی سے گندگی پھیلا سکتی ہیں۔

حضرت ابوحمید ساعدیؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا پیالہ لے گیا۔ پیالہ ڈھکا ہوا نہیں تھا۔ آپؐ نے فرمایا: تم نے اسے ڈھکا نہیں۔ کچھ نہیں تو لکڑی کا ایک ٹکڑا ہی اس پر رکھ دیتے[۳] (تاکہ ڈھکنے کی عادت باقی رہے)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ پانی طلب فرمایا۔ تو ایک شخص نے عرض کیا کہ آپؐ پسند فرمائیں تو نبیذ پیش کی جائے۔ آپؐ نے فرمایا بہت اچھا۔ وہ دوڑا ہوا گیا اور ایک پیالہ میں نبیذ لایا۔ آپؐ نے فرمایا، اسے تم نے ڈھکا نہیں، ایک لکڑی کے ٹکڑے ہی سے اسے ڈھک دیتے[۴]۔

حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اذا کان جنح اللیل.....	جب رات ہو تو..... اپنے
اوکوا قربکم واذکروا	مشکیزوں کے منہ بند کر دو، اور اللہ
اسم اللہ وخمروا انیتکم	کا نام لو، اپنے برتنوں کو ڈھک دو،

---

[۱] ابوداؤد، کتاب الاطعمہ، باب تفتیش التمر عند الاکل
[۲] حوالہ سابق
[۳] مسلم، کتاب الاشربہ، باب استحباب تخمیر الاناء
[۴] حوالہ سابق۔

واذکروا اسم اللہ ولو ان تعرضوا علیھا شیئاً واطفئوا مصابیحکم[1]

اور اللہ کا نام لو، ڈھکنے کے لیے کوئی برتن نہ ملے تو ان کے اوپر کوئی بھی چیز رکھ دو اور اپنے چراغ بجھا دو۔

اسی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: خمروا الطعام والشراب کھانے اور پینے کی چیزوں کو ڈھک دو[2]

بعض حدیثوں میں کھانے کے برتنوں کو ڈھکنے کا حکم مطلق آیا ہے۔ ان میں رات یا دن کی کوئی قید نہیں ہے۔

اسی وجہ سے علماء نے لکھا ہے۔ اس پر جس طرح رات میں عمل ہوگا اسی طرح دن میں بھی ہوگا۔[3] یہاں رات کا ذکر خاص طور پر اس لیے ہے کہ رات میں زیادہ احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ ذرا سی بے احتیاطی سے کوئی بھی چیز کھانے کو نہ صرف ناپاک بلکہ زہر آلود کر سکتی ہے۔

---

[1] حوالہ سابق، [2] بخاری، کتاب الاشربہ، باب تغطیۃ الاناء [3] شرح مسلم ج ۵ جزء ۱۳ ص ۱۸۳

اعلان ملکیت سہ ماہی تحقیقات اسلامی فارم نمبر ۹

۱۔ مقام اشاعت: پان والی کوٹھی۔ دودھ پور، علی گڑھ یوپی

۲۔ نوعیت اشاعت: سہ ماہی

۳۔ پرنٹر پبلشر: سید جلال الدین عمری

۴۔ قومیت: ہندوستانی

پتہ: پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ۔ یوپی

۵۔ ایڈیٹر: سید جلال الدین عمری

پتہ: پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ، یوپی

۶۔ ملکیت: ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی

پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ، یوپی

بنیادی ارکان کے اسمائے گرامی

(۱) مولانا محمد فاروق خاں (صدر) ۳۵۲ بازار چتلی قبر، دہلی ۶

(۲) جناب سید یوسف (رکن) ابوالفضل انکلیو۔ نئی دہلی

(۳) ڈاکٹر فضل الرحمن فریدی۔ فریدی ہاؤس سرسید نگر، علی گڑھ

(۴) جناب امین الحسن رضوی (رکن) دلشاد گارڈن نئی دہلی۔

(۵) ڈاکٹر محمد رفعت۔ شعبۂ فزکس۔ جامعہ ملیہ۔ نئی دہلی۔

(۶) مولانا کوثر یزدانی ۱۳۵۲۔ بازار چتلی قبر۔ دہلی۔

(۷) ٹی۔ کے عبداللہ صاحب بالاتھن کنڈی ہاؤس ایئر پورٹ کالی کٹ

(۸) ڈاکٹر صید اللہ۔ منزل منزل کمپلیکس۔ علی گڑھ

(۹) ڈاکٹر احمد سجاد۔ بریلوی ہاؤسنگ سوسائٹی کالونی طارق منزل بھٹی

(۱۰) مولانا سید حامد علی۔ جامعہ ملیہ فیکلٹی کوارٹرس۔ دہلی۔

(۱۱) سید جلال الدین عمری (سکریٹری)

پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ۔

مندرجہ معلومات میرے علم ویقین کی حد تک بالکل درست ہیں۔

پبلشر: سید جلال الدین عمری

قرآن کا نظریۂ کائنات

مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ○ (الملک: ۳)

تم رحمان کی تخلیق میں کسی قسم کی بے ربطی نہ پاؤ گے۔ پھر پلٹ کر دیکھو، کہیں تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے؟

ڈاکٹر عبدالمغنی

فطرت وقدرت

فطرت وقدرت کے الفاظ عام طور پر ایک ہی معنی میں استعمال کیے جاتے ہیں لیکن ان کے درمیان لغت کے اعتبار سے ایک فرق ہے۔ فطرت دنیا میں پیدا ہونے والی چیزوں کی اصلیت ہے اور اس لحاظ سے ہستی کے جتنے مظاہر ہیں سب کا تعلق فطرت سے ہے۔ آدمی کے نقطۂ نظر سے ایک فطرت اس کے وجود کے اندر ہے، دوسری فطرت اس کی نگاہوں کے سامنے زمین سے آسمان تک پھیلی ہوئی پوری کائنات ہے۔ قدرت درحقیقت خدا کی اس قوت و طاقت اور اس کے بنائے ہوئے اس منصوبہ ونظام کا نام ہے جو زندگی کے تمام جلووں اور پہلوؤں پر حاوی ہے۔ چناں چہ اگر محاورے میں فطرت کو بھی قدرت کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات میں وجود کے تمام مظاہر کو ایک خدا کی مخلوقات سمجھا جاتا ہے۔

فطرت و قدرت کی یہ ہم آہنگی بلا وجہ نہیں۔ یہ انسان کے ضمیر کی آواز بھی ہے اور زندگی کا قانون بھی۔ ہزاروں لاکھوں سال سے جو کارخانۂ ہستی چل رہا ہے وہ بے بنیاد اور بے معنی نہیں۔ اس کا ایک مقصد ہے۔ آدمی کی عقل نے جس حد تک بھی اس مقصد کو سمجھا ہے اسے محسوس ہوا ہے کہ کائنات کی تخلیق کسی بالاتر ہستی کے [illegible] سے، اس کے منصوبے کے مطابق ہوئی ہے اور حیات ایک نعمت ہے [illegible] دی گئی ہے کہ اس کے تقاضے پورے کیے اور اس کی ذمہ داریاں ادا کی جائیں۔ یہ احساس خدا کی مشیت اور اس کی بنائی ہوئی تقدیر کی طرف بہت واضح اشارہ کرتا ہے جس سے زندگی کی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے۔

یہ اہمیت انسان سے زندگی کے متعلق ایک سنجیدہ رویے کا مطالبہ کرتی ہے۔ دنیا کھیل تماشے کی جگہ نہیں ہے۔ یہاں زندگی کی جو نوعیت ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کچھ کر دکھانے کی جگہ ہے اور جو کچھ کیا جائے گا اس کا حساب ہوگا، جس کے مطابق کرنے والے کی حیثیت کا تعین ہوگا۔ ایسی حالت میں آدمی کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ وہ فطرت وقدرت کی حقیقتوں، اصولوں اور مطالبوں کو سمجھ کر ان کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کرے، تاکہ اس کی ہستی نہ صرف باقی رہے بلکہ اسے صحیح طور پر ترقی کا موقع ملے۔

حیات وکائنات

فطرت وقدرت کی طرح حیات وکائنات کے الفاظ بھی بکثرت ساتھ ساتھ استعمال کیے جاتے ہیں، اگرچہ ان کے معنوں میں جو فرق ہے وہ لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔ اس کے باوجود یہ بات اپنی جگہ ہے کہ حیات وکائنات کے درمیان ایک اندرونی ربط ہے۔ حیات بغیر کائنات کے نہیں ہوسکتی، وہ کائنات کے اندر ہی ہوتی ہے اور اس کے تقاضے ایک کائنات بنا لیتے ہیں۔ اسی طرح کائنات کا کوئی تصور حیات کے بغیر معمول کے مطابق نہیں کیا جاسکتا، کائنات جب ہے تو اس میں حیات بھی ہے۔ رہا یہ سوال کہ کائنات پہلے ہے یا حیات، تو اس کا جواب آسان نہیں اور یہ مرغی پہلے کہ انڈا پہلے جیسا سوال ہوجاتا ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ حیات وکائنات کا وجود ساتھ ساتھ ہوا

بہرحال، زیادہ اہم سوال یہ ہے کہ حیات وکائنات کا وجود یک بارگی ہوا یا کسی ارتقا کے نتیجے میں؟ اس سوال پر غور کرنے کے لیے اگر یہ مان لیا جائے کہ حیات وکائنات میں ترقی کا ایک سلسلہ ہے تب بھی پہلا اور بنیادی سوال یہ ہوگا کہ کائنات یا حیات کا وہ مادہ کیسے وجود میں آیا جس نے ترقی کے مدارج طے کیے؟ یہ سوال بھی ساتھ ساتھ اٹھے گا کہ کیا تمام چیزیں ایک دوسرے کے اندر سے نکلتی چلی گئی ہیں؟ ان سوالوں کے قطعی جواب دینے سے انسان کی عقل قاصر ہے، اس لیے کہ اس کے پاس کوئی ٹھوس اور واضح ثبوت اس بات کا نہیں کہ وجود کا بنیادی مادہ کب اور کیسے پیدا ہوا، پھر مختلف چیزیں کس طرح ابھرتی اور بڑھتی چلی گئیں؟

اب کائنات اور اس میں حیات کی جو شکل ہمارے سامنے ہے اور ہم نے

دونوں کی حقیقت کا سراغ لگانے کے لیے جو کچھ کیا ہے اس کو دیکھتے ہوئے ہم اس کے سوا کوئی اور بات نہیں کہہ سکتے بلکہ اس اقرار پر مجبور ہیں کہ حیات و کائنات ایک واقعہ ہے، ایک ہستی ہے، کوئی فریب نہیں، کوئی خواب نہیں۔ لہٰذا حیات و کائنات کے متعلق ہمیں پوری سنجیدگی سے ایک رائے قائم اور ایک رویہ اختیار کرنا چاہیے، تاکہ ہم سایوں اور سرابوں کے پیچھے نہیں دوڑتے رہیں اور دھوکا نہیں کھائیں، زندگی کو برباد نہیں کریں، بلکہ حقیقتوں کو سمجھ کر، شعور کی روشنی میں اپنی قوت اور وقت کا استعمال زندگی کو نکھارنے اور سنوارنے کے لیے کریں، تاکہ ایک منزل کی طرف آگے بڑھیں۔ کامیابی اور ترقی کا راز اسی میں ہے۔

بنیادی رویّہ

فطرت و قدرت اور حیات و کائنات کے متعلق بنیادی طور پر انسان کے لیے ضروری ہے کہ ایک واضح رویہ اختیار کرلے، ورنہ دنیا میں اس کی زندگی بالکل غیر فطری، نامعقول اور بے کار ہوگی۔ اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہی نہ ہو کہ جو حیات اسے ملی ہے وہ کیا ہے، جس کائنات میں وہ زندگی بسر کر رہا ہے اس کی کوئی حقیقت ہے اور جس فطرت پر اسے پیدا کیا گیا ہے یا وہ پیدا ہوا ہے اور جو فطرت اس کی نگاہوں کے سامنے پھیلی ہوئی ہے اس کے پیچھے کون سی قدرت کام کر رہی ہے، تو ظاہر ہے کہ آنکھوں کے باوجود اس شخص کی زندگی ایک اندھے کی ہوگی، ایک ایسے اندھے کی جس کے سر اور دل دونوں کی آنکھیں بند ہوں گی، جس کا نہ کوئی ذہن و دماغ ہوگا نہ شعور و کردار، وہ حیوان سے بھی بدتر ہوگا اور اس کا شمار نباتات و جمادات میں کیا جائے گا۔

یہ بنیادی رویہ دو قسم کا ہو سکتا ہے، ایک یقینی، ایک غیر یقینی۔ تمام مشاہدات و تجربات کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ فطرت، قدرت اور حیات و کائنات کی اصلیت و حقیقت کا معاملہ غیب کا ہے اور صورت یہ ہے کہ اس سے متعلق یا تو کسی یقینی ذریعے سے کوئی واضح علم حاصل ہو جائے یا بالکل غیر یقینی طور پر صرف قیاس و تخمین سے کام لیا جائے۔ دونوں صورتوں میں کچھ دلیلیں ہوں گی، لیکن جو دلیل شک اور گمان کی بنا پر دی جائے گی ظاہر ہے کہ اس سے زندگی کا کوئی ٹھوس عمل پیدا نہیں ہوگا،

جب کہ یقین و اعتماد پر مبنی دلیل لازماً ایک ٹھوس عمل کی تحریک کرے گی۔ اس طرح زندگی کے متعلق دو مختلف بلکہ متضاد رویے رونما ہوں گے اور ان کے مخصوص نتائج بھی برآمد ہوں گے۔

اس سلسلے میں رویّوں کی سب سے واضح تقسیم یہ ہے کہ ایک رویہ مذہب کا ہے جس کی بنیاد وحی الٰہی پر ہے اور دوسرا رویہ لامذہبیت کا ہے جو آدمی کے عقلی قیاسات پر مبنی ہے۔ وحی کا صاف اقرار ایمان کی شان ہے اور وحی سے انکار یا اس کے متعلق تذبذب سے دینی کی کیفیت ہے۔ فطرت و قدرت اور حیات و کائنات کی معروف عالمانہ و حکیمانہ تحقیق دونوں حالتوں میں ممکن ہے، مگر ان کے نتائج اور اثرات ایک دوسرے سے بالکل الگ ہوں گے۔ وحی پر ایمان کے ساتھ انفس و آفاق کا جو مشاہدہ و مطالعہ ہوگا وہ ایک مثبت ضابطۂ عمل مرتب کرے گا، جب کہ اس ایمان کے بغیر زندگی کے مظاہر کا جو تجسس کیا جائے گا اس میں منفی قسم کی فکری تشکیک پائی جائے گی۔

پرانے زمانے میں ان رویّوں کی باہمی آویزش کو مذہب اور سائنس کی کش مکش سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لیکن یہ تعبیر صحیح نہیں تھی۔ سائنس کے لیے لامذہب ہونا ضروری نہیں اور مذہب کے لیے لازمی نہیں کہ وہ سائنس کی مخالفت کرے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ ایک سائنس مذہب پسند ہو اور دوسری مذہب بے زار۔ یہ فرق بھی دراصل سائنس داں کے ذاتی رویے پر منحصر ہے، ورنہ سائنس بجائے خود ایک غیر جانب دار شئے ہے، جس کا استعمال کسی بھی مقصد کے لیے ہو سکتا ہے۔

سائنس کا نظریۂ کائنات

کائنات سے عالموں اور فلسفیوں کی دل چسپی بہت پرانی ہے۔ بعض اہل علم کے درمیان ستارہ شناسی ایک دل چسپ مشغلہ ہے۔ Astrology ایک پرانا فن ہے، جس میں دنیا اور آدمی کے حالات و واقعات پر ستاروں کی چال کا اثر دکھایا جاتا ہے۔ اس جستجو نے بڑھ کر باضابطہ علم نجوم (Astronomy) کی شکل اختیار کرلی اور اس کی مزید ترقی طبعیات نجوم (Astrophysics) کی تشکیل کا باعث ہوئی، یہاں تک کہ کائنات، اس کے سیاروں اور ستاروں کے مطالعہ کے لیے سائنس کے ایک تازہ ترین شعبے علم کائنات (Cosmology) کا وجود عمل میں آیا۔ لیکن کائنات کے سارے حکیمانہ مشاہدات

کی حد اس موضوع پر پیرس سے ۱۹۸۸ء میں شائع ہونے والی ایک کتاب کے اس ذیلی عنوان سے معلوم ہو جاتی ہے:

Conversations About the Invisible (غیب کے متعلق گفت وگو)[1]

ظاہر ہے کہ غیب کے متعلق، جس کی کھلی اور قطعی شہادت کسی ٹھوس شکل میں نہیں مل سکتی، انسان کی ہر گفت وگو ظن وتخمین اور قیاس وگمان پر مبنی ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کے حقائق کی مادی تعبیر کے متعلق سائنس کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہہ سکتی اور اس سلسلے میں اس کا کوئی دعویٰ کسی واضح دلیل پر مبنی نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مدت تک سائنس دانوں کے درمیان یہ مباحثہ ہوتا رہا کہ کائنات ایک بار بن کر ساکن ہو گئی یا مسلسل حرکت وترقی کر رہی ہے۔ ۱۹۲۲ء سے ایک روسی سائنس داں فریڈمین (Friedman) کائنات کے متحرک ہونے کا خیال پیش کرتا رہا، مگر ۱۹۵۰ء کی دہائی تک کائنات کی عمر کبھی دس بلین اور کبھی بیس بلین بتانے والے سائنس داں کائنات کی حرکت یا سکون کے متعلق اپنے اختلافات کا اظہار کرتے رہے۔ متحرک یا ساکن ہونے کے ساتھ ساتھ کائنات کے محدود یا لامحدود ہونے کی منطقی بحث بھی چلتی رہی۔

ایچ بونڈی (H. Bondy) ٹی۔ گولڈ (T. Gold) فرڈ ہوائل (Fred Hoyle) ولیم فاؤلر (William Fowler) جیسے اہل علم وحکمت کائنات کی تعمیر وتشکیل پر مباحثے کرتے رہے، مگر وہ کسی فیصلہ کن نتیجے تک نہیں پہنچ سکے۔ ان کی ایک بڑی الجھن اس سلسلے میں خدا کے اقرار وانکار کا مسئلہ تھا۔ سائنس دانوں نے علم کی غیر جانبداری میں اتنی انتہا پسندی کی کہ انھوں نے سائنس کو بے خدا (Atheist) تسلیم کرنا ضروری سمجھا اور اسی مفروضے پر، جس کا حکیمانہ معروضیت (Scientific objectivity) سے کوئی اصولی تعلق نہیں تھا، کائنات کے یک بارگی وجود کے بعد اس کو جامد قرار دے دیا، اس لیے کہ کائنات کی مسلسل حرکت کسی محرک کی ہستی کا تصور کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ یہ ایک عجیب وغریب صورتِ حال ہے اور بالکل محال ومتضاد قسم کی ہے۔ ایک طرف ارتقا،

---

[1] اس گفت وگو میں شریک ہونے والوں کے نام یہ ہیں:- Jean Andouze، Jean-Claude Carriere، Michel Casse

(Evolution) کا خیال ہے جو حرکت پر مبنی ہے اور دوسری طرف اس جمود کی وکالت ہے جو تخلیق (Creation) کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس الجھن سے محسوس ہوتا ہے کہ لادین سائنس داں نہ تو ارتقا کا مطلب ٹھیک سمجھتے ہیں نہ تخلیق کا اور ان کی جانب سے معروضیت کے سارے دعوے دراصل ایک موضوعی (Subjective) مفروضے پر قائم ہیں۔ یہ طرزِ فکر کوئی فلسفہ ہو تو ہو، سائنس نہیں ہے۔ حکمت کے لیے انکارِ خدا کیوں ضروری ہے سب سے بڑا حکیم اور حکمت بخش تو خدا ہی ہے۔

۱۹۶۵ء میں ضربِ عظیم یا بڑی چوٹ (Big Bang) کا وہ نظریہ سامنے آیا جس کا غلغلہ آج تک بلند ہے۔ اس کے علم بردار لیمائیٹر (Lemaitre) اور گامو ہیں۔ اس نظریے کے مطابق کائنات کا وجود ایک بیضۂ اصلی ("Original Egg") سے ہوا، جس میں جوہرِ قدیم (Primordial Atom) بہت ہی بڑی مقدار میں بھرا ہوا تھا۔ اس پہلے انڈے کے اندر انتہائی کثافت (density) کے ساتھ ساتھ حدّت (heat) بھی تھی۔ یہ بنیادی مادہ ابتداءً اپنے زبردست حجم میں تابانی و تاب کاری سے معمور تھا۔ اب دو اہم ترین سوالات اٹھتے ہیں:

۱۔ بیضۂ اصلی کے عناصر کی ترکیب کیسے عمل میں آئی؟

۲۔ اس ترکیب کو وجود کے اگلے مرحلے پر کون حرکت میں لایا؟

سائنس کے تمام مکاتبِ فکر انھیں سوالوں کے جواب کی جستجو میں سرگرداں ہیں اس لیے کہ کائنات کی ہستی اور ترقی دونوں کا راز اس جواب میں پوشیدہ ہے اور حیات کے اسرار و رموز بھی اس میں مضمر ہیں۔ یہ جواب وہ شاہ کلید (Master-Key) ہے جس سے زندگی کے بنیادی حقائق پر لگے ہوئے سب تالے کھل جاتے ہیں اور آفاق کی صداقتوں پر پڑے ہوئے پردے اٹھ جاتے ہیں۔ لیکن سائنس دانوں کی مشکل یہ ہے کہ سوالات کا تعلق درحقیقت غیب (Invisible) سے ہے اور جواب ایمان (Faith) کے بغیر نہیں حاصل ہو سکتا۔ غیب اور ایمان دونوں طبعی (Physical) نہیں، مابعد طبعی (Metaphysical) امور ہیں اور علم کائنات کا آغاز بھی مابعد طبعی ہے، انجام بھی مابعد طبعی، لہٰذا سوالوں کے جواب سائنس سے نہیں، مذہب سے میسر آ سکتے ہیں۔

قرآن کا نظریۂ کائنات

قرآن نے پہلے پارے کی پہلی ہی سورہ کی بالکل ابتدائی آیتوں میں واضح کر دیا ہے کہ اللہ کی کتاب، جو ختم المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے ذریعہ نازل کی گئی، ان لوگوں کو روشنی دکھائی ہے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ چنانچہ کائنات و حیات کے آغاز کے متعلق، جو سراسر غیب کا معاملہ ہے، قرآن حکیم کی حسب ذیل آیت ایک واضح اعلان کرتی ہے:

أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا	کیا وہ لوگ جنھوں نے نبی کی بات
أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ	ماننے سے انکار کر دیا ہے غور نہیں کرتے
كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا ۖ وَجَعَلْنَا	کہ یہ سب آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے
مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ	تھے، پھر ہم نے انھیں جدا کیا اور
أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ۝	پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی، کیا وہ ہماری
(الانبیاء - ۳۰)	اس خلاقی کو نہیں مانتے؟

اس کے فوراً بعد کی آیتوں میں تسلسل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ خدا نے:

"۱۔ زمین میں پہاڑ جما دیے، تاکہ وہ ڈھلک نہ جائے، اور اس میں کشادہ راہیں بنا دیں، شاید کہ لوگ اپنا راستہ معلوم کر لیں۔

۲۔ آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا۔

۳۔ رات اور دن بنائے۔

۴۔ سورج اور چاند کو پیدا کیا۔

۵۔ سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔" (الانبیاء: ۳۲-۳۱)

آخری نکتے پر مولانا ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کا تفسیری نوٹ یہ ہے:

"فلک، جو فارس کے چرخ اور گردوں کا ٹھیک ہم معنی ہے، عربی زبان میں آسمان کے معروف ناموں میں سے ہے۔ "سب ایک فلک میں تیر رہے ہیں" سے دو باتیں صاف سمجھ میں آتی ہیں۔ ایک یہ کہ سب تارے ایک ہی "فلک" میں نہیں ہیں بلکہ ہر ایک کا فلک الگ ہے۔ دوسرا یہ کہ فلک کوئی ایسی چیز نہیں جس میں یہ تارے کھونٹیوں کی طرح جڑے ہوئے ہوں اور

وہ خود انھیں لیے ہوئے گھوم رہا ہو، بلکہ وہ کوئی سیال شے ہے یا فضا اور خلا کی سی نوعیت کی چیز ہے جس میں ان تاروں کی حرکت تیرنے کے فعل سے مشابہت رکھتی ہے۔" (ترجمۂ قرآن مجید مع مختصر حواشی از سید ابوالاعلیٰ مودودی، ۱۹۷۸، اشاعت اسلام ٹرسٹ، دہلی)

مذکورہ بالا سورہ الانبیاء کی آیت نمبر ۳۰ کیا کائنات کی تخلیق کے متعلق سائنس کے جدید ترین نظریے Big Bang کی طرف کھلا اشارہ نہیں کرتی؟ قرآن مجید کے الفاظ پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ "آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے، پھر ہم نے انھیں جدا کیا" اس بنیادی اصلی پر ایک ضرب عظیم کا بیان ہے جس کی بات سائنس کرتی ہے۔ قرآن کے الفاظ صریحاً زمین و آسمان کی مرکب شکل کے ٹوٹنے کا تذکرہ کرتے ہیں، یعنی ابتدائے کائنات میں جب وجود کے عناصر ترکیبی ایک دوسرے میں خلط ملط تھے ایک زوردار دھماکا (explosion) خدا کے حکم سے، اس کی مشیت کے مطابق ہوا، جس کے بعد ہستی کا ارتقاء اگلے مراحل میں داخل ہوا۔ دھماکے سے پہلے بھی جو عناصر پیدا ہو کر ایک مرکب شکل میں یک جا ہوئے وہ خدا کی قدرت ہی کا کرشمہ تھا۔ وہی تمام چیزوں کا خالق ہے۔ عناصر وجود کی تخلیق، تحلیل اور ترکیب سب کچھ اس کی قدرت و مشیت کے تحت ہی ہوا ہے، ہو رہا ہے اور ہوگا۔

اس سلسلے میں زیر بحث آیت کا یہ جملہ کہ "پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی" کائنات اور اس میں حیات کی تخلیق و ترقی کے متعلق سائنس کے ایک اہم تصور پر روشنی ڈالتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سائنس نے جو نظریہ مشاہدے اور تجربے کے بعد قائم کیا اس کی طرف اللہ کی کتاب وحی کے ذریعہ واضح اشارہ کرتی ہے۔ قرآن مجید کا فکر انگیز جملہ بالکل عام اور جامع ہے تمام زندہ چیزوں کے لیے، جب کہ زندگی کا اطلاق انسان اور حیوان کے علاوہ نباتات اور جمادات پر بھی ہو سکتا ہے۔ پودے جس طرح اگتے بڑھتے اور پہاڑ بنتے پھیلتے ہیں وہ زندگی کی ایک علامت ہے۔ اس لیے ہر مخلوق، زندگی کے کسی بھی دائرے میں، پانی کے مادۂ حیات ہونے کی شہادت دیتی ہے، پھر پانی کو بنیادی مادہ مان کر مختلف سطحوں پر مختلف قسم کی مخلوقات کے ارتقاء کا امکان بھی ہے۔ بہرحال، جو چیز بھی پیدا ہوئی یا ہوتی ہے اس کا خالق خدا ہے اور پانی کو بھی اسی نے

پیدا کر کے دیگر اشیاء و مخلوقات کی تخلیق کے لیے مادے کے طور پر استعمال کیا۔

زیر بحث آیت سے متصل آیات میں زمین، پہاڑ، آسمان، رات دن، سورج اور چاند کی تخلیق کا تذکرہ کر کے قرآن نے کائنات کے متعدد اہم ترین مظاہر کا احاطہ کر لیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین و آسمان کے ایک دوسرے سے جدا ہونے کے بعد وجود کی توسیع و ترقی اور ہستی میں اضافہ وارتقاء خدا کی قدرت و مشیت کے تحت، اس کی بنائی ہوئی تقدیر کے مطابق ہوا اور یہ جملہ کہ "سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں"۔ یہ بتانے کے لیے کافی ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے ایک خدائی منصوبے کے تحت، ایک خاص ترکیب و ترتیب سے ہو رہا ہے۔ سائنس اس جملے سے سیاروں اور ستاروں کا مفہوم اخذ کر سکتی ہے، جب کہ کلام الٰہی نے ایک جامع اصول اور ایک عام قاعدے کی وضاحت کر دی ہے۔

یہ وہ نکات ہیں جو قرآن میں مختلف مواقع پر، مختلف طریقوں سے بار بار پیش کیے گئے ہیں۔ نمونے کی چند آیتیں حسب ذیل ہیں۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ	جو لوگ عقل سے کام لیتے ہیں ان کے
الْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ	لیے آسمانوں اور زمین کی ساخت میں،
وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ	رات اور دن کے پیہم ایک دوسرے
فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ	کے بعد آنے میں، ان کشتیوں میں جو انسان
اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ	کے نفع کی چیزیں لیے ہوئے دریاؤں اور
مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ	سمندروں میں چلتی پھرتی ہیں، بارش کے
مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ	اس پانی میں جسے اللہ اوپر سے برساتا ہے
وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ	پھر اس کے ذریعہ سے مردہ زمین کو زندگی
الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ	بخشتا ہے اور اپنے اس انتظام کی بدولت
وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ	زمین میں ہر قسم کی جاندار مخلوق کو پھیلاتا ہے
یَّعْقِلُوْنَ ۝	ہواؤں کی گردش میں اور ان بادلوں میں جو
(البقرہ: ۱۶۴)	آسمان اور زمین کے درمیان تابع فرمان بنا کر
	رکھے گئے ہیں، بے شمار نشانیاں ہیں۔

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّکَانَ عَرْشُهٗ عَلَی الْمَآءِ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (ہود۔ ۷)

اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ جبکہ اس سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا۔ تاکہ تم کو آزما کر دیکھے تم میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔

تفسیری نوٹ از مولانا ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ:

"ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس پانی سے مراد کیا ہے، یہی پانی جسے ہم اس نام سے جانتے ہیں یا یہ لفظ محض استعارے کے طور پر مادے کی اس مائع حالت کے لیے استعمال کیا گیا ہے جو موجودہ صورت میں ڈھالے جانے سے پہلے تھی؟ عرش پر ہونے کا مفہوم بھی متعین کرنا مشکل ہے۔ ممکن ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہو کہ اس وقت خدا کی سلطنت پانی پر تھی۔"

اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ (القمر۔ ۴۹)

ہم نے ہر چیز ایک تقدیر کے ساتھ پیدا کی ہے۔

اس آیت کی تشریح مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح کی ہے:

"یعنی دنیا کی کوئی چیز بھی اللہ ٹپ نہیں پیدا کر دی گئی ہے، بلکہ ہر چیز کی ایک تقدیر ہے جس کے مطابق وہ ایک مقرر وقت پر بنتی ہے، ایک خاص شکل اختیار کرتی ہے۔ ایک خاص حد تک نشوونما پاتی ہے، ایک خاص مدت تک باقی رہتی ہے اور ایک خاص وقت پر ختم ہو جاتی ہے۔"

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا (الطلاق۔ ۱۲)

اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور زمین کی قسم سے بھی انہی کی مانند ان کے درمیان حکم نازل ہوتا رہتا ہے۔ یہ بات تمہیں اس لیے بتائی جا رہی ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور یہ کہ اللہ کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔"

آیت کی تشریح کرتے ہوئے مولانا مودودی کہتے ہیں:

"انہی کے مانند" کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جتنے آسمان بنائے اتنی

زمینیں بھی بنائیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جیسے متعدد آسمان اس نے بنائے ہیں ویسی ہی متعدد زمینیں بھی بنائی ہیں۔ اور "زمین کی قسم ہے" کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح یہ زمین جس پر انسان رہتے ہیں اپنی موجودات کے لیے فرش اور گہوارہ بنی ہوئی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کائنات میں اور زمینیں بھی بنا رکھی ہیں جو اپنی اپنی آبادیوں کے لیے فرش اور گہوارہ ہیں۔ بالفاظ دیگر آسمان میں یہ جو بے شمار تارے اور سیارے نظر آتے ہیں یہ سب ڈھنڈار پڑے ہوئے نہیں ہیں بلکہ زمین کی طرح ان میں بھی بکثرت ایسے ہیں جن میں دنیائیں آباد ہیں۔"

قرآن کا نظریۂ حیات

نظریۂ کائنات کی تشریح کے ساتھ ساتھ نظریۂ حیات کی وضاحت بھی ضروری ہے اس لیے کہ اوّل تو کائنات خود ایک مظہر حیات (Phenomenon of life) ہے، دوسرے کائنات بے حیات نہیں ہو سکتی اور کائنات کے اندر حیات کا وجود لازماً ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ خود قرآن نے زمین و آسمان کے مرکب کے اجزائے ترکیبی کو ایک دوسرے سے جدا کر کے تخلیق کائنات کے آغاز کی جو نشان دہی ایک آیت میں کی ہے، جس کا حوالہ دیا جا چکا ہے، اس میں یہ صراحت بھی کر دی ہے کہ خدا نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا، یعنی کائنات کے وجود میں آنے کے ساتھ ساتھ حیات کا عمل بھی شروع ہو گیا۔ ایک دوسری آیت کے مطابق، جس کا حوالہ بھی دیا جا چکا ہے، زمین و آسمان کی تخلیق کے وقت عرشِ خداوندی کے کسی نوعیت کے پانی کی سطح پر ہونے سے بھی اشارہ ملتا ہے کہ حیات کے آثار کائنات کے ساتھ ساتھ پائے جاتے ہیں۔

لہٰذا دیکھنا چاہیے کہ کائنات میں حیات کے وجود کے متعلق قرآن کا نقطۂ نظر کیا ہے۔ علمی حلقوں میں ایک مدت سے یہ بحث ہوتی رہی ہے کہ کائنات و حیات کا ارتقاء (Evolution) ہوا ہے یا ان کی تخلیق (Creation)؟ جب سے ڈارون نے انیسویں صدی میں اصل الانواع (Origin of species, 1859) کے موضوع پر اپنا مقالہ پیش کیا ہے سائنس دانوں کا موقف یہ ہو گیا ہے کہ کائنات و

حیات کی تخلیق بہ یک دفعہ یا جستہ جستہ نہیں ہوئی ہے، بلکہ تمام موجودات کا مسلسل ارتقا اس طرح ہوا ہے کہ پیہم ایک چیز کے اندر سے دوسری بہتر چیز نکلتی چلی گئی ہے، گرچہ سائنس کے اس مادی و میکانکی نظریے میں سائنس دانوں نے خود ہی کچھ گم شدہ کڑیوں (Missing Links) کا اقرار کیا ہے اور سب سے بڑھ کر حل طلب بلکہ ناقابل حل سوال تو یہ ہے کہ وہ بنیادی مادّہ کب، کہاں اور کیسے وجود میں آیا جس سے حیات و کائنات کا سلسلہ شروع ہوا؟

چونکہ سائنس اس سوال کا جواب دینے سے قاصر ہے، لہٰذا اس کے لیے مذہب کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اور اس سلسلے میں مذہبی نقطۂ نظر کا بہترین ترجمان قرآن ہی ہے، جو اسلامی نظریۂ کائنات و حیات کی بنیادی دستاویز ہے۔ قرآن کا موقف سمجھنے کے لیے سب سے پہلے حسب ذیل آیات پر ایک نظر ڈالنی چاہیے:۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ	ہم نے انسان کو سڑی ہوئی مٹی کے
صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ (الحجر ۲۶)	سوکھے گارے سے بنایا۔

اس آیت کا مفہوم بقول مولانا مودودیؒ یہ ہے:۔

"یہاں قرآن اس امر کی صاف تصریح کرتا ہے کہ انسان حیوانی منازل سے ترقی کرتا ہوا بشریت کے حدود میں نہیں آیا ہے، جیسا کہ نئے دور کے ڈارونیت سے متاثر مفسرین قرآن ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، بلکہ اس کی تخلیق کی ابتدا براہ راست ارضی مادوں سے ہوئی ہے جن کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے صلصال من حما مسنون کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ یہ الفاظ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ خمیر اٹھی ہوئی مٹی کا ایک پتلا بنایا گیا تھا جو بننے کے بعد خشک ہوا اور پھر اس کے اندر روح پھونکی گئی۔"

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ	اور اس سے پہلے جنوں کو ہم آگ کی
مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝ (الحجر: ۲۷)	لپٹ سے پیدا کر چکے تھے
اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ	وہی ہے جس نے تمہارے لیے
مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا	زمین کا فرش بچھا دیا اور اس میں تمہارے
وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً	چلنے کو راستے بنائے، اور اوپر سے پانی
فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ	برسایا، پھر اس کے ذریعہ سے مختلف اقسام

شَتّٰی ۝ کُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَکُمْ ؕ
اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی
النُّهٰی ۝ (طٰہٰ: ۵۳، ۵۴)

کی پیداوار نکالی۔ کھاؤ اور اپنے جانوروں کو بھی چراؤ۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں عقل رکھنے والوں کے لیے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ
سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ
نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ۝ ثُمَّ
خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا
الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا
الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ
لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ
فَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ۝
(المؤمنون: ۱۲ تا ۱۴)

ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا، پھر اسے ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کیا، پھر اس بوند کو لوتھڑے کی شکل دی، پھر لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا، پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا کر کھڑا کیا۔ پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ، سب کاریگروں سے اچھا کاریگر۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الْاَرْضِ
کَمْ اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ کُلِّ
زَوْجٍ کَرِیْمٍ ۝ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ
لَاٰیَةً ؕ وَمَا کَانَ اَکْثَرُهُمْ
مُّؤْمِنِیْنَ ۝ (الشعراء: ۷، ۸)

اور کیا انھوں نے کبھی زمین پر نگاہ ڈالی کہ ہم نے کتنی کثیر مقداروں میں ہر طرح کی عمدہ نباتات اس میں پیدا کی ہیں؟ یقیناً اس میں ایک نشانی ہے، مگر ان میں سے اکثر ماننے والے نہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا
بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ
وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیْضٌ
وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا
وَغَرَابِیْبُ سُوْدٌ ۝ وَمِنَ
النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَ
الْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ
کَذٰلِکَ ؕ اِنَّمَا یَخْشَی

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور پھر اس کے ذریعہ سے ہم طرح طرح کے پھل نکال لاتے ہیں جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں پہاڑوں میں بھی سفید، سرخ اور گہری سیاہ دھاریاں پائی جاتی ہیں جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں اور اسی طرح انسانوں اور جانوروں اور مویشیوں کے رنگ بھی مختلف ہوتے ہیں حقیقت یہ

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر: ۲۷، ۲۸)	سچ یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ اس سے ڈرتے ہیں۔
خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝ (الزمر: ۶)	اس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، پھر وہی ہے جس نے اس جان سے اس کا جوڑا بنایا۔ اور اس نے تمہارے لیے مویشیوں میں سے آٹھ نر و مادہ پیدا کیے۔ وہ تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین تین تاریک پردوں کے اندر تمہیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے۔ یہی اللہ جس کے یہ کام ہیں تمہارا رب ہے، بادشاہی اسی کی ہے، کوئی معبود اس کے سوا نہیں ہے، پھر تم کدھر سے پھرائے جا رہے ہو؟
وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (الذّٰریٰت: ۴۹)	اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنائے ہیں، شاید کہ تم اس سے سبق لو۔
اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ (الطور: ۳۵)	کیا یہ کسی خالق کے بغیر خود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا یہ خود اپنے خالق ہیں؟
اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ (القمر: ۴۹، ۵۰)	ہم نے ہر چیز ایک تقدیر کے ساتھ پیدا کی ہے اور ہمارا حکم بس ایک ہی حکم ہوتا ہے اور پلک جھپکاتے وہ عمل میں آجاتا ہے۔
وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا (نوح: ۱۴)	اور اس نے طرح طرح سے تمہیں بنایا ہے۔

مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، "تخلیق کے مختلف مدارج اور اطوار سے گزارتا ہوا تمہیں موجودہ حالت پر لایا ہے۔"

وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ		اور اللہ نے زمین سے تم کو عجیب
نَبَاتًا ۝	(نوح: ۱۷)	طرح اگایا۔

اس پر مولانا مودودیؒ کا نوٹ ہے:

"یہاں زمین کے مادوں سے انسان کی پیدائش کو نباتات کے اگنے سے تشبیہ دی ہے۔ جس طرح کسی وقت اس کرے پر نباتات موجود نہ تھیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہاں ان کو اگایا اسی طرح ایک وقت تھا جب روئے زمین پر انسان کا کوئی وجود نہ تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے یہاں اس کی پود لگائی۔"

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ	کیا انسان پر لامتناہی زمانے کا ایک
حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ	وقت ایسا بھی گزرا ہے جب وہ کوئی
شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا (الدھر: ۱)	قابل ذکر چیز نہ تھا؟
لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ	ہم نے انسان کو بہترین ساخت
اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (التین: ۴)	پر پیدا کیا

مذکورہ بالا آیات کے اشارے سے واضح ہوتا ہے کہ زندگی سر راہے پڑی ہوئی کوئی خود کار چیز نہیں ہے یہ باضابطہ پیدا کی گئی ہے اور کوئی اس کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس بات کا خالق نے خود دعویٰ کیا ہے اور تخلیق کی نسبت اپنی طرف کی ہے، اس لیے کہ وہی خدا ئے کائنات اور مالک حیات ہے۔ اس نے کائنات کے ساتھ ساتھ حیات کو ایک اندازے اور منصوبے کے مطابق پیدا کی ہے۔ یہ اس کی بنائی ہوئی تقدیر ہے جس کے تحت ہر چیز بقدر ضرورت، پوری اہمیت کے ساتھ، پیدا کی گئی ہے ہستی کا ایک نظام ہے جو قدرت الٰہی کے مرتب کیے ہوئے فطری ضابطوں پر مبنی ہے۔ وجود نرا وجود نہیں ہے اس کے کچھ قواعد اور کچھ مقاصد ہیں۔ وجود کی بے شمار شکلیں ہیں جو ایک منطقی ربط کے ساتھ باہم مربوط ہیں۔

خدا کی اس تخلیق میں ایک حکیمانہ ارتقاء ہے۔ ساری مخلوقات بہ یک دفعہ نہیں پیدا کر دی گئیں۔ وہ ایک تدریج و ترتیب کے ساتھ نمودار ہوئی ہیں۔ بنیادی اور اولین مادّے کی تشکیل کے بعد، جس کی نوعیت خدا کے سوا کسی کو نہیں معلوم، تمام مخلوقات مشیت الٰہی کے مطابق یکے بعد دیگرے، الگ الگ، وجود میں لائی گئیں۔ آسمان اور

زمین، ستارے اور سیارے ایک طویل مدت کے اندر رونما ہوئے۔ دنیا اپنے تمام آفاقی مظاہر کے ساتھ وجود میں آئی اور اس کی زمین پر پہلے جمادات، پھر نباتات، تب حیوانات اور سب سے آخر میں انسان کی پیدائش ہوئی، جس کی تخلیق کے عناصر ترکیبی میں دوسری مخلوقات کا حصہ معلوم ہوتا ہے، اس کے خمیر اور سانچے میں مٹی، پودے اور جانور سب کے اجزا ہیں، جو وجود کے مختلف مراحل کی نشان دہی کرتے ہیں، مگر انسان کی ساخت اپنی مکمل شکل میں دوسری تمام مخلوقات سے ممتاز اور بہترین ہے، اس لیے کہ خدا نے اسے ایک دوسری مخلوق ہی، قرآن کے لفظوں میں "خلقاً آخر" بنایا ہے۔ یہ حقیقت ماں کے پیٹ میں باپ کے نطفے کی پرورش و پرداخت سے بھی عیاں ہے۔

مٹی کا پتلا خدا کے حکم سے تیار ہوا اور جب اس کی ایک شکل بن گئی تو خدا نے اس میں اپنی روح پھونک دی۔ اس کے بعد آدم یا آدمی کی جنس سے ہی اس کا جوڑا بنایا گیا جس طرح کائنات کے اندر حیات کے دوسرے تمام مظاہر کے بھی جوڑے بحکم خداوندی بنے ہوئے ہیں۔ غور کیا جائے تو خود زمین و آسمان ایک جوڑے کی شکل میں باہم ملے ہوئے تھے، جس کے نتیجے میں وجود کا وہ عمل شروع ہوا جس کا علم انسان کو دیا گیا، جب کہ اس سے پہلے کی ہر بات صرف خدا کے علم میں ہے اور بعد کی ترقیات کے بھی بعض اسرار و رموز غیب ہی میں رکھے گئے ہیں۔ انسان کو صرف اس کی تخلیق اور حیات و کائنات کے چند اہم حقائق بتا کر یہ اعلان کر دیا گیا ہے کہ خدا نے آدمی کو "بہترین سانچے" (احسن تقویم) میں پیدا کیا ہے۔

یہ اشارہ ہے اس نکتے کی طرف کہ انسان حیات کا عظیم ترین مظہر اور خدا کی بہترین مخلوق ہے جسے کائنات کے حقائق کا علم دے کر جنوں اور فرشتوں تک پر فضیلت دی گئی، تاکہ وہ دنیا میں خدا کا نایب بن کر مشیت الٰہی کے منصوبوں کی تکمیل کرے اور ہستی کے اس امتحان میں کامیاب ہو کر بڑے سے بڑا انعام حاصل کر سکے، جیسا قرآن کی ان آیات سے واضح ہوتا ہے جن کا حوالہ آیندہ سطروں میں دیا جائے گا۔ یہ ہے اسلام کا نظریۂ حیات جو قرآن سے عیاں ہے۔

منصوبۂ تخلیق

حیات و کائنات کے وجود کا تجسس کرتے ہوئے ہر صاحب علم کو یہ جاننے

کی کوشش کرنی چاہیے کہ زمین سے آسمان تک فطرت کے عظیم الشان نظام کا منصوبہ تخلیق کیا ہے؟ اس اہم ترین سوال کا بہترین جواب وہی ہے جو خود خدا کے لفظوں میں قرآن مجید نے دیا ہے۔ اس سلسلے میں حسب ذیل آیات پر اچھی طرح غور کیا جانا چاہیے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

(الدخان: ۳۸،۳۹)

یہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزیں ہم نے کھیل کے طور پر نہیں بنادی ہیں۔ ان کو ہم نے برحق پیدا کیا ہے، مگر ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۝ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝

(الملک - ۱-۲)

نہایت بزرگ و برتر ہے وہ جس کے ہاتھ میں کائنات کی سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، جس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے، اور وہ زبردست بھی ہے اور درگزر فرمانے والا بھی۔

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (الجاثیہ: ۲۲)

اللہ نے تو آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور اس لیے کیا ہے کہ ہر متنفس کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے۔ لوگوں پر ظلم ہرگز نہ کیا جائے گا۔

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ

(الجاثیہ: ۲۴)

یہ لوگ کہتے ہیں کہ زندگی بس یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے، یہیں ہمیں مرنا اور جینا ہے اور گردش ایام کے سوا کوئی چیز نہیں جو ہمیں ہلاک کرتی ہو۔ درحقیقت اس معاملے میں ان کے پاس کوئی علم نہیں ہے، یہ محض گمان

کی بنا پر یہ باتیں کرتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

(البقرہ : ۲۱)

لوگو، بندگی اختیار کرو اپنے اس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان سب کا خالق ہے، تمہارے بچنے کی توقع اسی صورت سے ہو سکتی ہے۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ

(الروم - ۳۰)

پس یکسو ہو کر اپنا رخ اس دین کی سمت میں جما دو، قائم ہو جاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جا سکتی، یہی بالکل راست اور درست ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا

(ص : ۲۷)

ہم نے اس آسمان اور زمین کو اور اس دنیا کو جو ان کے درمیان ہے فضول پیدا نہیں کر دیا ہے۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى

پھر ذرا اس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ "میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں" انھوں نے عرض کیا: "کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خونریزیاں کرے گا؟ آپ کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح اور آپ کی تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں۔" فرمایا: "میں جانتا

الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ
بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝
قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ
اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ
الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ قَالَ يٰٓاٰدَمُ
اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ
اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ
اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ
غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ
وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ
وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝
وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ
اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ
فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ
اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۡ
وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

(البقرہ: ۳۰ تا ۳۴)

یوں ہو کچھ تم نہیں جانتے" اس کے بعد
اللہ نے آدم کو ساری چیزوں کے نام
سکھائے، پھر انھیں فرشتوں کے سامنے
پیش کیا اور فرمایا "اگر تمہارا خیال صحیح
ہے کہ کسی خلیفہ کے تقرر سے انتظام
بگڑ جائے گا تو ذرا ان چیزوں کے نام
بتاؤ"۔ انھوں نے عرض کیا "نقص سے
پاک تو آپ ہی کی ذات ہے، ہم تو بس اتنا
ہی علم رکھتے ہیں جتنا آپ نے ہم کو دے
دیا ہے۔ حقیقت میں سب کچھ جاننے
اور سمجھنے والا آپ کے سوا کوئی نہیں"
پھر اللہ نے آدم سے کہا "تم انھیں
ان چیزوں کے نام بتاؤ"۔ جب اس
نے ان کو ان سب کے نام بتا دیے
تو اللہ نے فرمایا: "میں نے تم سے کہا
نہ تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی وہ
ساری حقیقتیں جانتا ہوں جو تم سے
مخفی ہیں، جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو وہ بھی
مجھے معلوم ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو
اسے بھی میں جانتا ہوں"۔
پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ
آدم کے آگے جھک جاؤ تو سب جھک
گئے، مگر ابلیس نے انکار کیا۔ وہ اپنی بڑائی کے
گھمنڈ میں پڑ گیا اور نافرمانوں میں شامل
ہو گیا۔

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ (الاعراف ۵۴)	خلق اور امر دونوں اسی کے ہیں
اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى	ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ	اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اسے
فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ	اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوئے اور اس
مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ (الاحزاب ۷۲)	سے ڈر گئے، مگر انسان نے اسے اٹھالیا۔

ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حیات و کائنات کی تخلیق ایک منصوبے کے تحت، ایک مقصد کے لیے ہوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ خدا کی بندگی کرتے ہوئے انسان اپنی زندگی میں روئے زمین پر نیابت الٰہی کی امانت کا حق ادا کرے اور اس مقصد کے لیے جہاں ہر ہر فرد بہترین شعور و کردار کا ثبوت دے وہیں پوری نوع انسانی ہر سطح پر بہتر سے بہتر ترقی کرے، تاکہ عالم وجود کا ارتقا اس حد تک پہنچ جائے جو خدا نے مخلوقات کی ہستی کے لیے مقرر کر دی ہے۔ یہ فروغ ہستی عروج انسانیت بھی ہے۔ اسلام کی روایات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہونے والی روحانی و جسمانی معراج، جس کا بیان قرآن کی سورہ بنی اسرائیل اور سورۂ نجم میں ہوا ہے، ایک مربوط و متوازن ارتقائے وجود کی وہ انتہا ہے جس کے آگے انسان کا تصور نہیں جا سکتا۔

خدا نے خلق اور امر دونوں کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے دنیا بنا کر چھوڑ نہیں دی ہے بلکہ جیسا کہ قرآن کی متعدد آیتوں سے واضح ہوتا ہے تخلیق کائنات کے بعد بھی خالق کائنات کلی و عمومی آفاقی اقتدار کے عرش پر بیٹھا ہوا کارخانۂ ہستی کا سارا نظام چلا رہا ہے۔ ازل سے وجود کی تقدیر اس نے بنائی ہے اور ابد تک وجود کے تمام امکانات کو روبہ عمل لانے کی تدبیر بھی وہی کرتا رہے گا۔ وہ حیات و کائنات کی تمام شکلوں کا پروردگار (ربّ) ہے اور اس کی ربوبیت کا تقاضا ہے کہ وہ تمام دایروں میں رونما ہونے والی زندگی کی ہدایت بھی کرتا رہے:

رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی كُلَّ	ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز
شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی	کو اس کی ساخت بخشی، پھر اس کو راستہ
(طٰہٰ: ۵۰)	بتایا۔

اس خیال انگیز آیت کی تشریح کرتے ہوئے مولانا مودودیؒ کہتے ہیں:

"یعنی دنیا کی ہر شے جیسی کچھ بھی بنی ہوئی ہے اسی کے بنانے سے بنی ہے۔ پھر ایسا نہیں کیا کہ ہر چیز کو اس کی مخصوص بناوٹ دے کر یونہی چھوڑ دیا ہو بلکہ اس کے بعد وہی ان سب چیزوں کی رہنمائی بھی کرتا ہے۔ دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے اپنی ساخت سے کام لینے اور اپنے مقصد تخلیق کو پورا کرنے کا طریقہ اس نے نہ سکھایا ہو۔ کان کو سننا اور آنکھ کو دیکھنا مچھلی کو تیرنا اور چڑیا کو اڑنا اسی نے سکھایا ہے۔ وہ ہر چیز کا صرف خالق ہی نہیں ہادی اور معلم بھی ہے۔"

مخلوقات کے اتنے زبردست، ہمہ گیر اور موثر انتظام کے بعد سب کو اشرف المخلوقات کے لیے مسخر کر دیا گیا، تاکہ وہ سطح وجود یا روئے ارض پر خدائے کائنات کی نیابت کرتے ہوئے اپنی زندگی کا امتحان اپنی تمام قوتوں کے ساتھ دے اور خالق کے حضور میں سرخ رو ہو کر آخرت کی حیات ابدی کا سامان کرے۔ یہ امتحان میں کامیابی کا انعام ہوگا، جب کہ ناکامی کی سزا مکمل تباہی ہے۔

سائنس اور قرآن کے نظریات کا موازنہ

حیات و کائنات کی زندگی و ترقی کے متعلق سائنس اور کائنات کے نظریات کا جو مختصر بیان عمومی طور پر گزشتہ سطور میں کیا گیا ہے ان کا ایک تقابلی مطالعہ کرنے سے اولین حقیقت یہ واضح ہوتی ہے کہ سائنس اپنی محدود اور ناقص معلومات کی وجہ سے کوئی بات یقینی طور پر صاف صاف نہیں کہہ سکتی، جب کہ قرآن خدا کے بے پایاں اور کامل علم کی بنا پر ہر چیز بالکل قطعی طور پر صراحت کے ساتھ پیش کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ سائنس کے بیانات سے وہ اعتماد نہیں پیدا ہوتا جو مثبت اور موثر عمل کا سرچشمہ ہے۔ اس کے برخلاف قرآن کے ارشادات یقین و اعتماد کی کیفیت پیدا کرتے اور بہترین عمل کی تحریک کر سکتے ہیں۔ یہ فرق نہایت اہم ہے۔ انسان کی زندگی بے عمل فکر کی بنیاد پر نہ آگے بڑھ سکتی ہے نہ باقی رہ سکتی ہے۔ لہٰذا انسانیت کی بقا و ترقی کا تقاضا ہے کہ اس فکر کو اختیار کیا جائے جو نتیجہ خیز ہو، محض خرد کے بدلتے ہوئے نظریات کا کھیل نہیں ہو، زندگی کا ایک مستقل تصور ہو جو ایک مقصد حیات سے عشق اور اس کے لیے عمل کا جذبہ پیدا کرے۔

ارتقاء کی گفتگو کرنے کے باوجود سائنس دانوں کے خیالات میں جمود کا ایک عنصر ہے اور وہ ان کی خدا بے زاری کا پیدا کیا ہوا ہے، جو صریحاً بے عقلی کی ایک بے بنیاد بات ہے۔ اس کے برخلاف قرآن کے اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایک متحرک کائنات میں سانس لے رہے ہیں جو ہمہ دم ترقی کر رہی ہے۔ "کن فیکون" کی صورت میں خدا کی قدرت اور مشیت کا عمل مسلسل جاری ہے۔ خدا اوّل تو "بدیع السماوات والارض" (الانعام: ۱۰۱) یعنی آسمان و زمین کا موجد ہے، دوسرے وہ تخلیق کی ابتدا کے ساتھ اس کا اعادہ کرنے والا بھی ہے۔ (یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ، یونس-۳۴) قرآن کا ارشاد ہے:

وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ○ یعنی آسمان کو خدا نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اور وہ کائنات میں مسلسل توسیع کر رہا ہے۔ مزید ارشاد ہے:

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ	اور کیا ان لوگوں کو یہ سجھائی نہیں دیتا
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ	کہ جس خدا نے یہ زمین و آسمان پیدا کیے
یَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ	اور ان کو بناتے ہوئے وہ نہ تھکا وہ ضرور
یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰی ؕ بَلٰٓی اِنَّهٗ عَلٰی کُلِّ	اس پر قادر ہے کہ مردوں کو جلا اٹھائے،
شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (الاحقاف: ۳۳)	کیوں نہیں یقیناً وہ ہر چیز کی قدرت رکھتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ زندگی کے بعد زندگی اور دنیا کے بعد آخرت کا تصور قرآن و اسلام کے نظریۂ حیات و کائنات کے انتہائی متحرک ہونے کا سب سے بڑا ثبوت ہے، جبکہ دنیا کی زندگی تک محدود سائنس دانوں کے افکار کی دہریت ان کے جمود فکر کی قطعی دلیل ہے۔

سائنس کے نظریۂ حیات و کائنات میں ربط و تسلسل کی سخت کمی ہے۔ ارتقاء کی گم شدہ کڑیاں تمام اہلِ علم کو معلوم نہیں۔ یہ ایک ایسا میکانکی و حیوانی ارتقاء ہے جس میں رخنے ہی رخنے ہیں، جن کو بھرنے کے لیے صرف مفروضے (Hypothesis) قائم کر لیے گئے ہیں اور ان پر اصول موضوعہ (Postulates) کی طرح یقین کیا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف قرآنی نظریہ بالکل مربوط و مسلسل ہے اور مفروضوں کے بجائے قطعی بیانات پر مشتمل ہے۔ بلاشبہ ان بیانات کو عقاید (Dogmas) کا اظہار کہا جا سکتا ہے، لیکن یہ ایک فطری و منطقی صورتِ حال ہے، اس لیے کہ غیب کے متعلق مشاہدے اور تجربے کی بات نہیں کی جا سکتی، لامحالہ ایمانیات کی بات کی جائے گی۔

یہ بھی گرچہ اصول موضوعہ ہیں مگر یہ انسانی گمان وقیاس پر مبنی اور شبہ اس لیے نہیں کہ یہ وحی کے خدائی الفاظ ہیں جن کی صداقت کی تردید کسی واضح دلیل سے نہیں کی جا سکتی۔

سائنس حیات کی ابتدا اور ایک مدت تک اس کے ارتقا کو ایک خودکار (mechanical) عمل مانتی ہے اور انسان کے اندر شعور کے آغاز سے پہلے حیوانی ادوار زندگی فرض کرتی ہے۔ اس کے برخلاف قرآن کا نظریہ ہے کہ ایک علیم وخبیر ہستی نے پوری حکمت کے ساتھ کائنات اور اس کی موجودات کی تخلیق کے ساتھ ساتھ حیات کو درجہ بہ درجہ ترقی دی، اس کے مختلف مرحلے اور دائرے متعین کیے، یہاں تک کہ مٹی کے پتلے میں اپنی روح پھونکنے کے فوراً بعد اسے علم وشعور کی دولت سے اس حد تک مالا مال کر دیا کہ وہ مخلوقات میں سب سے افضل بن گیا اور فرشتے بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکے تو بحکم خداوندی اس کے آگے جھک گئے، چناں چہ خدا نے روئے زمین پر انسان کو اپنا نائب (deputy) بنا کر کائنات کی تمام اشیا کو اس کی خدمت اور اس کے استعمال کے لیے مسخر کر دیا۔ یہ جذباتی تصورات نہیں ہیں، دانش مندانہ افکار ہیں جن کی بنا پر اور جن کی بدولت ہی دنیا میں انسان کی زندگی کا کوئی مصرف ومقصد، معیار اور نصب العین معلوم ہوتا ہے، اس کی سنجیدگی اور ذمے داری واضح ہوتی ہے اور اس کی افادیت واہمیت کا پتا چلتا ہے۔

بہر حال، قرآن سائنس کی کتاب نہیں ہے، یہ تو زندگی کا ہدایت نامہ ہے۔ لہٰذا قرآن سائنس کی طرح فارمولے نہیں پیش کرتا، نہ ہی حیات وکائنات کے ارتقا کے مراحل سے بحث کرتا ہے۔ اس کے بجائے وحی الٰہی صرف ان بنیادی امور پر روشنی ڈالتی ہے جن کا تعلق زندگی اور اس کے معاملات سے ہے۔ چناں چہ حیات وکائنات کی تخلیق وتشکیل، اور توسیع وترقی کے متعلق نازل ہونے والی آیات قرآنی کا مطلب ومقصد صرف یہ ہے کہ انسان اپنے ماحول کے حقائق کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لے اور اس سلسلے میں اس کا ذہن صحیح طور پر کام کرے، تاکہ دنیا میں انسان کا کردار درست رہے، وہ راہِ راست پر چلے اور منزل مقصود کی طرف بڑھے۔ یہی وجہ ہے کہ حیات وکائنات کے حقائق کی تفصیل میں جانے کے بجائے قرآن نے ان کی طرف اشارے کرنا کافی سمجھا ہے۔ کہنا چاہیے کہ قرآن نے آخری سوالات کے جواب دے کر ان مسائل کے حل

کی شاہ کلید اہل ایمان کے حوالے کردی ہے جن میں اہل علم زمانۂ دراز سے الجھے ہوئے ہیں۔ اب یہ صاحب ایمان سائنس دانوں کا کام ہے کہ وہ قرآنی اشارات کی روشنی میں لادین سائنس دانوں کے دہریت پسندانہ نظریات کی تردید اور قرآن کے پیش کیے ہوئے ایمان افروز تصورات کی تشریح و تصریح کریں۔

صحیح علمی رویّہ

علم انسان کے وجود کا سب سے بڑا سرمایہ ہے، لیکن علم کے موضوعات بنیادی طور پر دو قسم کے ہیں، ایک وہ جو مشاہدے اور تجربے سے حاصل ہوتے ہیں، دوسرے وہ جن کا انکشاف وحی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ یہ آخری علم غیب کی باتوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اس سے حیات و کائنات کا آغاز و انجام معلوم ہوتا ہے۔ ابتدا و انتہا کے متعلق جو سوالات انسان کے ذہن میں آتے ہیں، مثلاً :-

۱۔ ہستی کا سفر کب اور کیسے شروع ہوا ؟

۲۔ اس سفر کی منزل کیا ہے ؟

ان سوالوں کے جواب دینے سے انسان کا ذہن قاصر ہے۔ دوسرے سوال سے تو سائنس بحث ہی نہیں کرتی، مگر پہلے سوال پر جو کچھ تفتیش اور جستجو اب تک اس نے کی ہے اس کا کوئی حاصل نہیں نکلا، اس لیے کہ اس سوال کا تعلق غیب سے ہے اور غیب کا علم سوا خدا کے کسی کو نہیں ہے، اور انسان کو اتنا ہی معلوم ہے جتنا خدا نے بتا دیا ہے۔ لہٰذا یہ معاملہ اصلاً ایمان کا ہے جس پر انحصار کرکے ہی کوئی علمی کاوش نتیجہ خیز ہو سکتی ہے۔ قرآن نے اس سلسلے میں صحیح علمی رویے کی نشان دہی خود ہی کردی ہے :

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ	اس کتاب میں دو طرح کی آیات
الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ	ہیں : ایک محکمات جو کتاب کی اصل بنیاد
هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ	ہیں اور دوسری متشابہات۔ جن لوگوں
فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ	کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ فتنے کی تلاش
فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ	میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے
ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ	رہتے ہیں اور ان کو معنی پہنانے کی کوشش

تَاوِيلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيلَهٗٓ
اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ
فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ
كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا
يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝
(آل عمران: ۷)

کیا کرتے ہیں، حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم
اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، بخلاف اس
کے جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ کہتے ہیں
کہ "ہمارا ان پر ایمان ہے، یہ سب ہمارے
رب ہی کی طرف سے ہیں۔" اور سچ یہ ہے
کہ کسی چیز سے صحیح سبق صرف دانش مند
لوگ ہی حاصل کرتے ہیں۔

حیات و کائنات کی ابتدا کا تعلق متشابہات سے ہے۔ اس لیے کہ یہ موضوع بہت مبہم ہے اور اس میں مختلف بلکہ متضاد نظریات کے امکان ہیں، جن کے سبب انتشارِ فکر پیدا ہوتا ہے اور تعین کے ساتھ کچھ معلوم نہیں ہو سکتا کہ حقیقت کیا ہے، لہٰذا انسان اپنی عقل سے قیاس پر قیاس کرتا چلا جاتا ہے اور اس کے نظریات بدلتے رہتے ہیں۔ اس ذہنی پراگندگی کا اثر عملاً انسان کی زندگی پر پڑتا ہے اور اس کے شعور و کردار دونوں میں کجی پیدا ہو جاتی ہے، بسا اوقات وہ الحاد کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور ایک نامراد زندگی گزارتا ہے۔ یہ سب ذہنی عدم توازن کے سبب ہوتا ہے۔ قرآن کی حسبِ ذیل آیت بگڑے ہوئے توازن کو درست بھی کر سکتی ہے اور ذہن کو متوازن بھی رکھ سکتی ہے:

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ
اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (المومن: ۵۷)

آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسان
کو پیدا کرنے کی بہ نسبت یقیناً زیادہ بڑا
کام ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

اس آیت سے انسان کے ذہن کی حد معلوم ہوتی ہے۔ زمین و آسمان کی وسعت کے مقابلے میں آدمی کی قوتوں کا پیمانہ مختصر ہے۔ لہٰذا اگر وہ عقلِ سلیم سے کام لے تو اپنے محدود علم پر ناز کرنے کے بجائے ان باتوں کا علم جن کا سمجھنا اس کے لیے محال ہے خدا سے طلب کرے اور اس کے لبوں پر یہ دعا ہو:

رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (طٰہٰ - ۱۱۴)

اے پروردگار مجھے مزید علم عطا کر۔

یہ درحقیقت اس حکمت کی طلب ہوگی جسے قرآن مجید نے "خیرِ کثیر" قرار دیا ہے:

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ

جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے

يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ (البقرہ : ۲۶۹)

اور جس کو حکمت ملی اسے حقیقت میں بڑی دولت مل گئی۔

علم وحکمت کی جستجو قرآن حکیم کا ایک اہم موضوع ہے اور اللہ کی کتاب نے بار بار انسان کو فطرت کے تمام داخلی وخارجی مظاہر پر غور وفکر کرنے کی دعوت دی ہے۔ ان مظاہر کو خدا نے اپنی قدرت کی نشانیوں سے تعبیر کیا ہے اور ان کا نام آیات رکھا ہے۔ کائنات میں ہر طرف خدا کی آیات پھیلی ہوئی ہیں اور پیہم ان آیات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا دیدہ وری کا تقاضا ہے کہ ہدایت الٰہی کے تحت ان آیات پر تدبر کر کے ایسی تدبیروں سے کام لیا جائے جو حق وصداقت کو واضح کر دیں۔ آدمی کو جو قوتیں فطری طور پر دی گئی ہیں ان کا صحیح مصرف یہی ہے :

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ (حٰمٓ السجدہ : ۵۳)

عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں بھی، یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے کیا یہ بات کافی نہیں ہے کہ تیرا رب ہر چیز کا شاہد ہے ؟

اس آیت کی پیش گوئی جس طرح پچھلی چودہ صدیوں میں پوری ہوتی ہے آئندہ بھی ہوتی چلی جائے گی اور مسلسل ہو رہی ہے۔ اس مقالے کی ابتدا میں کائنات کے وجود کے متعلق جو آیت پیش کی گئی ہے اس کی تصدیق سائنس کے تازہ ترین نظریے سے بھی ہوتی ہے، لیکن جس حقیقت کی طرف قرآن نے ڈیڑھ ہزار سال قبل اشارہ کر دیا تھا اس تک پہنچنے میں سائنس کو اتنے ہی سال لگے۔ لہٰذا اگر حیات وکائنات کے متعلق قرآن کے اشارات پر ایمان رکھ کر علم وحکمت کی جستجو کی جائے تو انسان کی راہ طلب آسان ہو سکتی ہے اور ہر قسم کی ترقیات کی منزل مقصود قریب آسکتی ہے۔

تعارف وتبصرہ

قرآنی مقالات

ناشر: ادارہ علوم القرآن پوسٹ بکس ۹۹ سرسید نگر علی گڑھ۔ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر (اعظم گڑھ)

مشرقی یوپی کی ایک عظیم دانش گاہ جو علوم و معارفِ قرآنی کی تفہیم کے ایک مرکز کی حیثیت رکھتی ہے، مدرسۃ الاصلاح کے نام سے موسوم ہے۔ اس ادارہ کو قرآن مجید کے بحرِ ذخار میں غوطہ زن ایک شخصیت علامہ حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبتِ خصوصی ہے۔ اس ادارہ کی ترجمانی کرنے والا ایک رسالہ "الاصلاح" کے نام سے ۱۹۳۶ء میں نکلنا شروع ہوا اور ۱۹۳۹ء تک مولانا امین احسن اصلاحی کی ادارت میں شائع ہوتا رہا۔ قرآن مجید میں فکر و تدبر کی جو راہ علامہ فراہیؒ نے روشن کی تھی اس پر گامزن اصحابِ علم کی فہرست طویل ہے۔ البتہ اس رسالہ میں فکرِ فراہی کی چند نمایاں ترجمان ہستیوں کے قلم سے جو نگارشات شائع ہوئی ہیں ان کا ایک عمدہ انتخاب اس کتاب کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔

یہ مقالات اصول تفسیر، تفسیر و تاویل، تحقیقاتِ قرآنی، اقسام القرآن اور تعلیماتِ قرآنی جیسے عنوانات کے تحت جمع کر دئے گئے ہیں۔ ان مقالات کی مجموعی تعداد ۲۵ ہے۔ اصولِ تفسیر اور تعلیماتِ قرآنی کے تحت تین تین مقالات، اقسام القرآن کے تحت چار مقالات تفسیر و تاویل کے تحت ۷، اور تحقیقاتِ قرآنی کے ذیل میں ۸ مقالات ہیں۔ مقالہ نگاروں میں مولانا حمید الدین فراہیؒ کے دو مقالات ترتیب و نظام قرآن اور خیالات اثنا ترجمہ قرآن کے عنوان سے ابتدائی حصہ میں شامل ہیں جبکہ مولانا امین احسن اصلاحی مدظلہ کے تین مقالات بالترتیب نظم قرآن 'واجعلنا للمتقین اماما' کی صحیح تاویل اور 'اسما سور' کے موضوعات پر ہیں۔ مولانا اختر احسن اصلاحیؒ کے تین مضامین ہیں ان کے عنوان ہیں حافظوا علی الصلوات کا تعلق ماقبل و بعد سے، سورۂ حج کی ایک آیت کی تاویل اور نجات کا قرآنی تصور۔ مولانا ابو اللیث اصلاحی ندویؒ کے چار مقالات تحقیقاتِ قرآنی کے باب میں قرآن اور ترتیب اسماء انبیاء کرام، قرآن میں تکرار کی نوعیت اور قصہ آدم و شیطان، سورۂ ہود کے متعلق ایک اہم سوال کا جواب اور قرآن مجید اور تسجیع کے موضوعات پر ہیں۔ مولانا بدر الدین اصلاحی مدظلہ کے بھی چار مضامین ہیں ان کے عناوین ہیں 'مصدقا لما بین یدیہ' کی صحیح تاویل و آخر متشابہات' حروف مقطعات، لفظ آلاء کی تحقیق۔ مولانا حافظ عبد الاحد اصلاحیؒ کے مقالات کی تعداد تین

ہے ان کے موضوعات "وانہ لعلم للساعۃ" کی صحیح تاویل "سورہ فتح کی ایک آیت کی تاویل" اور "اقسام قرآن" ہیں۔ مولانا داؤد اکبر اصلاحی کے چھ مقالات ہیں تین اقسام قرآن کے ذیل میں اور تین تعلیمات قرآنی کے تحت، اقسام قرآن میں "وانجم اذا ہوی" "لا اقسم بہذا البلد" اور "الحادیات ضبحا" جیسی قسموں کی تشریح ہے اور تعلیمات قرآن میں قرآن کے آئینہ میں مومن، تقویٰ اور خلوص جیسی اصطلاحوں کی تفصیل ہے۔

ان مقالات کے مطالعہ سے فہم قرآنی کی ایک نئی جہت کا سراغ ملتا ہے اور آدمی خود کو قرآن میں غوطہ زن رکھنے کے لیے مجبور پاتا ہے اور یہی وصف اس کتاب کی افادیت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ ظاہر ہے کسی بھی تحقیق سے سو فیصد اتفاق کر لینا ضروری نہیں ہے۔ بنا بریں یہاں بھی اختلاف کی گنجائش موجود ہے۔ حروف مقطعات کی تشریح اپنی جدت کے باوجود اسی قبیل کی بحث ہے۔ لیکن اس طرح کے مباحث اس کی مذکورہ بالا خصوصیت کو متاثر نہیں کرتے۔

تمام تر عقیدتوں کے باوصف علامہ حمید الدین فراہیؒ کے پہلے مضمون میں صفحہ ۱۲ پر درج قرآن مجید کی اثر انگیزی کے بیان کو مبالغہ آمیز ہی کہا جا سکتا ہے۔ کتابت و طباعت کی نفاست و اہتمام کے باوجود صفحات ۵۵، ۸۶، ۱۰۸ پر درج قرآنی آیات کے بعض حصوں کے ترجمے رہ گئے ہیں۔ اس کتاب پر پیش لفظ ادارہ علوم القرآن کے صدر ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلی صاحب کے قلم سے ہے اور اختتام پر کتاب میں مذکور اسماء کا ایک اشاریہ شامل ہے۔ ڈاکٹر ظلی صاحب کے پیش لفظ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حواشی و حوالہ جات کی تکمیل میں ادارہ علوم القرآن کے وابستگان نے کافی محنت کی ہے۔ کاش وہ ان مقالات کے عربی فقروں اور اشعار کے ترجموں کا بھی اہتمام کرتے تو اردو زبان والوں کے لیے ان کی افادیت میں قابل قدر اضافہ ہو جاتا۔

۳۲۰ صفحات کی اس کتاب کی قیمت ساٹھ روپے ہے اور لائبریری ایڈیشن پچاسی روپے کا۔

اسی کتاب کی پشت پر ڈاکٹر طفر الاسلام اصلاحی کی مرتب کردہ کتاب "کتابیات فراہی" کا بھی اشتہار ہے۔ اسی صفحات کی اس کتاب میں علامہ حمید الدین فراہیؒ کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ تحریروں کی تفصیل ان کی شخصیت و افکار پر ڈاکٹریٹ کے مقالوں، کتابوں اور مضامین کا ذکر ان کی کتابوں پر اہل علم کی رائیں اور تبصرے اور ان کے بارے میں مختلف مقالات پر بکھری ہوئی معلومات کی تفصیل موجود ہے۔ ابتدا میں مرتب نے مولانا فراہی کی حیات اور کارناموں اور زیر نظر کتاب کا تعارف بھرپور انداز میں کرایا ہے۔ یہ حصہ کتاب کے تیئیس ۲۳ صفحات پر محیط ہے۔

یہ کتاب بھی ادارہ علوم القرآن علی گڑھ سے شائع ہوئی ہے اور اس کی قیمت صرف ڈیڑھ روپے ہے۔